دار العلوم مجیبیہ کا ترجمان

سہ ماہی مجلّہ

لوح و قلم

پھلواری شریف، پٹنہ

مدیر

محمد منہاج الدین مجیبی

دارالعلوم مجیبیہ پھلواری شریف، پٹنہ

دارالعلوم مجیبیہ پھلواری شریف کے اکابر بزرگوں اور اولیاء اللہ کی یادگار اور ہندستان کی قدیم درسگاہ ہے۔ اس کی علمی خدمات پونے تین صدیوں پر پھیلی ہوئی ہے۔ یہ دارالعلوم اپنے سن قیام سے لے کر آج تک تواتر وتسلسل کے ساتھ علوم اسلامی کی ترویج و اشاعت میں لگا ہوا ہے اور الحمدللہ کسی دور میں تعلیم و تدریس کا سلسلہ موقوف نہیں ہوا۔ ابتدائی فارسی درجات سے لے کر عربی کے آخری درجات، دورۂ حدیث تک یہاں تعلیم دی جاتی ہے۔ اور قرآن کریم کے حفظ و قرأت کی تعلیم معیاری طریقے پر ہوتی ہے۔ بچوں کو اردو، ناظرہ قرآن پڑھانے کا بھی انتظام ہے۔ تمام بیرونی طلباء کے لئے قیام وطعام، کتابیں اور دیگر سہولیات کا اہتمام دارالعلوم مجیبیہ کی طرف سے مفت کیا جاتا ہے۔

اس لئے اہل خیر حضرات سے دردمندانہ اپیل ہے کہ صدقات، زکوۃ، عطیات اور دیگر مواقع پر دارالعلوم مجیبیہ کو فراموش نہ کریں۔ مالی امداد پہنچا کر عنداللہ ماجور و مثاب ہوں۔ یہ قدیم درسگاہ آپ کے تعاون کی مستحق ہے۔

نوٹ: چیک یا ڈرافٹ پر صرف ''دارالعلوم مجیبیہ'' لکھیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

هو الفرد | المجیب | ولی النعمة

''لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب''

دار العلوم مجیبیہ کا ترجمان

سہ ماہی

لوح و قلم

پھلواری شریف، پٹنہ

دینی، علمی، ادبی و اصلاحی مجلّہ

ماہ: اکتوبر، نومبر، دسمبر ۲۰۰۲ء | ماہ: شعبان، رمضان، شوال ۱۴۲۳ ہجری

مدیر: محمد منہاج الدین مجیبی

ادارۂ تحریر

محمد آیت اللہ قادری

مولانا خواجہ عبد الباری

محمد مقصود عالم راہی

جلد نمبر (۱) شمارہ نمبر (۴)

زر تعاون ....

فی شمارہ .... -/۸ روپے

سالانہ .... -/۳۰ روپے

سالانہ بذریعہ ڈاک -/۴۵ روپے

ترسیل زر کا پتہ

ایڈیٹر لوح و قلم، دار العلوم مجیبیہ خانقاہ، پھلواری شریف، پٹنہ-801505 (بہار)

فون نمبر: 250305 Email : al_mujeeb@yahoo.com

O اس دائرے میں سرخ نشان آپ کے زر تعاون ختم ہونے کی علامت ہے۔

شعبۂ نشر و اشاعت

دار العلوم مجیبیہ خانقاہ

پھلواری شریف، پٹنہ، بہار (الہند)

فہرست مضامین

لمعات	ادارہ	۳
آثار علمیہ		
حبیب اللہ	حضرت فیاض المسلمین قدس سرہٗ	۱۰
گوشۂ اہل عرفان		
امام ملت و دین آفتاب شہر و دیار (۳۔ مسلسل)	حضرت مولانا شاہ ہلال احمد قادری	۲۷
مقالات		
لیلۃ القدر	ابوالبہجت فضل رسول محمد الجعفری القادری	۳۳
خانقاہ مجیبیہ کی علمی خدمات (ایک طائرانہ نظر)	جناب ڈاکٹر حافظ فضل کبریا صدیقی	۳۸
نہیں ممکن امیری بے فقیری	جناب محمد بدیع الزماں	۴۴
ادبیات		
نعت	جناب ظفر رضوی کاکوی	۴۹
غزل	جناب سید شاہ محمد طلحہ رضوی برقؔ	۵۰
غزل	جناب جمال احمد جمالؔ پھلواروی	۵۱
غزل	جناب نعیم صبا	۵۲
مکاتیب		
تاثرات	نجم عثمانی	۵۳
تاثرات	شاہ اشتیاق عالم ضیاء شہبازی	۵۴
تاثرات	شاہ طلحہ رضوی برق	۵۴
تاثرات	پروفیسر شریف حسین قاسمی	۵۵
تاثرات	ظفر رضوی کاکوی	۵۶
تاثرات	سید شاہ علیم الدین بلخی ندوی	۵۷
کوائف و حالات	ادارہ	۶۱

ادارہ

لمعات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ، لوح وقلم نے ایک سال پورا کر لیا، چوتھا شمارہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔
لوح وقلم کا اجراء ناساعد حالات میں ہوا تھا لیکن قارئین نے محسوس کیا ہوگا کہ وسائل کی کمی کے باوجود ہم نے اس کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کی، خدا کا شکر ہے کہ ہم اس میں ناکام نہیں رہے۔ ہمیں ابتداء ہی میں اس کی پوری توقع تھی کہ باذوق قارئین اس کو پسند کریں گے۔ حسب توقع لوح وقلم کی پذیرائی ہوئی اور ہر طبقے میں ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔ اہل علم نے ہماری صرف حوصلہ افزائی ہی نہیں کی بلکہ قلمی تعاون بھی فرمایا۔ اب تک تحسین کے بیشمار خطوط موصول ہو رہے ہیں۔ ادارہ ان تمام حضرات کا ممنون ہے۔

خانقاہ مجیبیہ سے لوح وقلم کا اجراء زبان و ادب اور علم وفن کی کوئی نئی خدمت نہیں ہے۔ یہ خانقاہ بہت پہلے سے پرورشِ لوح وقلم کرتی رہی ہے، جب کسی خانقاہی حلقے سے کوئی پرچہ جاری نہیں ہوا تھا اس وقت خانقاہ نے ''معارف'' جاری کیا تھا۔ اس کے بعد ''المجیب'' جاری کیا جس کو آج بھی قارئین کی نگاہیں ڈھونڈتی ہیں۔ المجیب پورے خانقاہی حلقے میں اربابِ تصوف کا نمائندہ اور مسلکِ حق کا واحد ترجمان تھا۔

لوح وقلم کے اجراء کے بعد ہی احباب کی خواہش اور قارئین کا اصرار ہوا کہ ''المجیب'' ہی جاری کیا جاتا۔ خود حضرت زیب سجادہ مولانا شاہ محمد رضوان اللہ قادری دامت برکاتہم کی خواہش تھی کہ لوح وقلم کے بجائے ''المجیب'' نام رکھا جائے۔ اس لئے

اسی وقت سے ارادہ تھا کہ دسمبر ۲۰۰۲ء تک لوح وقلم جاری رکھا جائے، سال آئندہ سے ''المجیب'' کی نشاۃ ثانیہ ہو۔ اس طرح پرچہ کی قبولیت اور عدم قبولیت کا کچھ اندازہ بھی ہو جائے گا، یہ گویا ایک طرح سے تمہید تھی، اس لئے قارئین کی خدمت میں جنوری ۲۰۰۳ء کا پہلا شمارہ لوح وقلم کے بجائے ''المجیب'' پیش کیا جائے گا۔ المجیب کا سالانہ زر تعاون ۴۰ روپے اور فی شمارہ ۱۰ روپے ہے۔ البتہ وسائل کی کمی کی بناء پر فی الحال ''المجیب'' سہ ماہی رسالہ ہوگا۔

اعلانِ رویت ہلال

ماہ رمضان المبارک کی آمد آمد ہے۔ رویت ہلال کے مسئلے میں اکثر ماہِ رمضان ہی میں اختلاف رائے رونما ہوتا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اب تک اختلافی صورت نہیں پیدا ہوئی ہے۔ البتہ چند ماہ قبل اختلاف رویت کی بناء پر تاریخیں مختلف ہوگئی تھیں۔ اس موقع پر پٹنہ کے بعض حلقوں کی جانب سے ہم پر ایک مخصوص ادارے کی بے جا تائید و حمایت کا الزام عائد کیا گیا۔

رویت ہلال کے اعلان کے متعلق ہم غلط فہمی رفع کرنے کے لئے مختصراً کچھ عرض کر دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ صوبہ بہار میں چاند کا اعلان سب سے پہلے خانقاہ مجیبیہ سے شروع ہوا۔ یہ آج سے ۵۰ - ۵۵ سال قبل کی بات ہے یا شاید اس سے زیادہ عرصہ گزرا ہو۔ یہ اعلان خانقاہ کے بزرگ حضرت مولانا سید شاہ محمد قمر الدین قادری قدس سرہٗ کی طرف سے ہوتا تھا اور ان کے نام کے ساتھ ''امام وخطیب مسجد مجیبی'' لکھا جاتا تھا۔ ریڈیو سے اعلان کا سلسلہ بہت بعد میں شروع ہوا۔ اعلان اخبار کے ذریعہ ہوتا تھا۔ خانقاہ سے اعلانِ رویت کا سلسلہ حضرت علیہ الرحمۃ کے انتقال کے بعد بھی جاری رہا۔ ریڈیو سے اعلان ہونا جب شروع ہوا تو اس وقت بھی صرف خانقاہ مجیبیہ ہی سے اعلان ہوتا تھا اور بہار کے مسلمان بلا اختلاف اس اعلان پر روزہ و افطار اور قربانی کرتے تھے۔ صوبہ بہار میں جس طرح خانقاہ مجیبیہ سے رویت کا اعلان ہوتا تھا اسی طرح لکھنو میں فرنگی محل سے اعلان رویت ہوا کرتا تھا جو آج بھی ہوتا ہے، کیونکہ بہار و

یوپی میں یہ دونوں علماء وصوفیا کے قدیم مراکز رہے ہیں۔ یہ سلسلہ ایک عرصے تک جاری رہا اور اہل بہار رویت ہلال کے مسئلے میں ایک وحدت کے تابع رہے۔ یہاں تک کہ پھلواری شریف سے ایک اور ادارہ اعلان رویت میں شامل ہوا۔

خانقاہ مجیبیہ سے چاند کے اعلان کی ابتداء ایک ضرورت کے تحت ہوئی تھی، اس میں کسی ترفّع اور تعلّی کا اظہار نہ تھا اور نہ ہی اُوروں پر اپنی فضیلت و برتری ظاہر کرنی مقصود تھی اور نہ اعلان رویت کے ذریعہ اپنا تعارف مطلوب تھا کہ ہم بھی ملت کے ذمہ دار ہیں، ہمیں بھی پہچانئے اور ہماری بھی مانئے۔ اس قسم کی ریاکارانہ حرکتوں سے اہل خانقاہ کل بھی محفوظ تھے اور الحمدللہ آج بھی دامن کشاں ہیں۔

خانقاہ کے بزرگوں نے قوم کی ضرورت ہی کا خیال کرتے ہوئے آج سے دو سو سال قبل خاص باشندگانِ پھلواری کی سہولت کے لئے افطار و اختتامِ سحر کا اعلان شروع کیا تھا۔ یہ اعلان نقارہ بجا کر کیا جاتا تھا، جس کی آواز پھلواری اور اس کے مضافات تک پہنچ جایا کرتی تھی۔ لوگ اس اعلان پر افطار کرتے تھے اور اسی اعلان پر روزہ رکھتے تھے۔ ہر ماہ پابندی کے ساتھ چاند دیکھنے کا اہتمام کیا جاتا تھا اور رویت کی تحقیق کے بعد اسی وقت نقارہ بجا دیا جاتا تھا۔ یہ سب قدیم معمول آج بھی بالالتزام جاری ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اعلان کا طریقہ بدل گیا ہے، نقارے کی جگہ سائرن نے لے لی ہے۔

جب خانقاہ کے علاوہ دوسرے ادارے نے بھی چاند کا اعلان شروع کر دیا تو ضروری ہوا کہ ایک ہی قصبے سے دو مختلف و متضاد اعلان نہ ہو بلکہ اتفاق رائے سے اعلان ہوتا کہ قوم میں انتشار نہ پھیلے۔ ہم متین وسنجیدہ افراد سے جو ملت میں اتحاد و اتفاق کے خواہاں ہیں پوچھنا چاہتے ہیں کہ قوم کو اختلاف و انتشار سے بچانے کے لئے یہ اتحادِ عمل بہتر ہے یا اختلاف رائے؟ دوسری بات یہ ہے کہ اختلاف رائے کی کوئی شرعی وجہ بھی ہو؟ ایک شرعی وفقہی مسئلے میں محض مسلک کی بناء پر اختلاف کرنا دیانت داری اور اخلاص دینی کے خلاف بات ہے، جب کہ سبھی فقہ حنفی پر عامل ہوں۔ واضح رہے کہ خانقاہ سے چاند کا اعلان اپنے طور پر تحقیق کے بعد ہوتا ہے۔ کسی ادارے کی محض تصدیق و تائید میں نہیں ہوتا ہے اور بے جا تائید وحمایت ان لوگوں کی کی جاتی

ہے جن سے مفادات وابستہ ہوتے ہیں۔ کیا خانقاہ کسی ادارے کی مرہونِ منت ہے؟ یا اس کو کسی ادارے سے کوئی فائدہ پہنچ رہا ہے؟ الحمدللہ خانقاہ کسی ادارے سے امداد و تعاون کی خواہاں نہیں ہے۔

خدا خود میر سامان است اربابِ توکل را۔

البتہ خانقاہ نے دینی اداروں کا تعاون ضرور کیا ہے اور بعض دینی اداروں کے قیام و استحکام میں بزرگان خانقاہ کی کوششیں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس میں اہلِ خانقاہ نے مسلکی تعصب اور تنگ نظری کبھی نہیں کی۔

دینی امور میں من مانی و خود رائی اور دوسروں پر اپنی برتری ظاہر کرنے سے اتحاد و اتفاق ختم ہو جاتا ہے۔ ملت کے ذمہ داروں کو چاہئے کہ جب رویت ہلال متحقق ہو جائے تو اس کو تسلیم کرنے سے خواہ مخواہ انکار نہ کریں۔ جو لوگ خود اعلان رویت کرتے ہیں ان کو دوسرے اعلان کرنے والوں سے مشورہ ضرور کر لینا چاہئے۔ مشورے اور استصواب رائے سے اختلافی صورت نہیں پیدا ہوگی۔ البتہ جو لوگ ریڈیو کے اعلان اور ٹیلیفون کے ذریعے رویت کے اطلاع و خبر کو جائز نہیں مانتے وہی اختلاف کرتے ہیں۔ ان کے اختلاف کی یہی ایک وجہ نہیں ہے، سب سے بڑا سبب ان کے کچھ مخصوص نظریات ہیں جن کی بناء پر وہ اپنے نظریات سے اتفاق نہ کرنے والوں کو اسلام سے ہی خارج سمجھتے ہیں۔ اہلِ خانقاہ کا ایمان بھی ان کے نزدیک قابل اعتبار نہیں ہے۔ ایسی صورت میں رویت کے مسئلے میں ان سے کچھ کہنا سننا فضول ہے، ایک شرعی مسئلے میں ان سے اتفاق اسی وقت ممکن ہے جب وہ ہمیں ایمان کی سند عطا کر دیں اور ہمیں ان سے ایمان کی سند لینے کی ضرورت نہیں۔ توحید و رسالت اور کتاب و سنت پر ایمان کے بعد کسی اور عقیدے کی ہمیں تمنا ہے نہ طلب۔ **و من یبتغ غیرالاسلام دیناً فلن یقبل منه و هو فی الآخرة من الخٰسرین۔**

قرآن و احادیث کی توہین

غیر مسلموں کی اسلام دشمنی سازش نت نئے طریقوں سے وجود میں آ رہی ہے۔

۲۴؍ جولائی ۲۰۰۲ء کو وشو ہندو پریشد کے نائب صدر گری راج کشور نے یہ بیان دیا کہ (نعوذ باللہ):

> ’’قرآن پاک اور احادیث میں ترمیم کی جائیں اور ان میں سے وہ حصے حذف کر دیئے جائیں جو غیر مسلموں سے نفرت کی تعلیم دیتے ہیں۔ اسی طرح ملک میں امن قائم ہوگا۔‘‘

اچاریہ گری راج کشور کا یہ بیان انتہائی اشتعال انگیز ہے، لیکن اس پر جذباتی ردعمل لا حاصل ہوگا کیونکہ حکومتوں نے بالخصوص مرکزی حکومت نے اپنے کانوں میں غفلت، جانبداری اور بھگوا پرستی کی روئیاں ٹھونس رکھی ہیں۔ ہمارے احتجاج اور مطالبے بہرے کانوں سے ٹکرا کر واپس آ جائیں گے اور شرپسندوں کا مقصد حل ہو جائے گا۔

یہ خبر اس قدر اشتعال انگیز ہے کہ اس خبر کی بنیاد پر وشو ہندو پریشد کے نائب صدر اچاریہ گری راج کشور پر فوری مقدمہ کیا جانا چاہئے، لیکن موجودہ حکومت میں کسی بھی ہندوتووادی شرپسند یا دہشت گرد کے خلاف کوئی مقدمہ درج ہونا ناممکن ہے۔ اس لئے حکومتوں پر مسلمان کیا بھروسہ کریں؟ اور حکومتوں (صوبائی اور مرکزی) سے کیا مطالبہ کریں کہ وہ اچاریہ گری راج کشور کے خلاف مقدمہ دائر کریں۔ مسلمانوں کو خود عدالتوں کے دروازوں پر دستک دینی ہوگی اور ملک کے چاروں گوشوں سے عدالتوں میں مقدمات دائر کرنے ہوں گے۔ سینکڑوں سمن اور وارنٹ اچاریہ گری راج کشور کے خلاف جاری ہو جائیں اس کے لئے ملک بھر کے مسلمانوں کو عملی اور قانونی میدان میں کود پڑنا چاہئے۔

انشاء اللہ ہم آئندہ شماروں میں ان آیات کی وضاحت کریں گے، جن پر قرآن نافہموں کے اعتراضات ہیں۔

صدر جمہوریۂ ہند کا دورۂ گجرات

صدر جمہوریۂ ہند کی حیثیت سے عزت مآب جناب عبدالکلام کے ریاست گجرات کے دورہ پر گئے گجرات کو اولین سعادت سے سرفراز کرنے کی اصل محرک ان کی نجی اور

ذاتی دلچسپی تھی۔ یہ الگ بات ہے کہ سوئے اتفاق سے یہاں فساد زدہ ہزاروں مظلوم افراد کئی مہینے سے ریلیف کیمپوں میں گزارنے کے بعد بھی دو وقت کی روٹی اور زندگی کی دوسری ضروریات سے محروم ہیں۔ شاید یہ بات صدر ہند سے ہمیشہ چھپائی جاتی رہی اور مرکز و ریاست کی حکومتیں انہیں فساد زدگان کی بازآبادکاری سے متعلق اطمینان بخش اطلاعات پہنچا کر یہ باور کرانے میں کامیاب ہوگئی تھیں کہ گجرات میں اب سب کچھ ٹھیک ہے کہ الیکشن بھی کیا جا سکتا ہے۔

آخر عبدالکلام صاحب گجرات کے دورہ کی رسم نبھانے پر تیار ہو گئے۔ صدر بھارت کا یہ دورہ رسمی سہی مگر گجرات کے وزیر نریندر مودی کو بڑا مہنگا پڑا۔ ان مظلوموں کو دی جانے والی امدادی رقوم جو انہوں نے روک رکھی تھی۔ راتوں رات کچھ کیمپوں میں جا کر مستحقین کے ہاتھوں میں تھما دینی پڑیں، افسرانِ بالا کے مشوروں کے مطابق راستوں کو مرمت کیا گیا، سرِ راہ جن جن مکانات پر جلنے کے نشانات اور دیواروں پر سیاہ دھبے نمایاں تھے جو ظلم و شرپسندی اور قتل و غارت گری کی منہ بولتی تصویر تھے، ان دیواروں کو رنگ و روغن سے چھپا دیا گیا۔ وزیر گجرات اپنے ظلم کو چھپانے کے لئے سرکاری خزانے کا اس بہانے غیر ضروری اصراف کیا۔ پھر بھی جو بڑے کیمپ تھے، وہاں کی بدنظمیاں تو اتنی زیادہ تھیں کہ ان کو سدھارتے سدھارتے ساری جمع پونجی ختم ہو جاتی۔ اس لئے شاہ عالم کیمپ کے منتظم شریف خاں کو کچھ عرصہ کے لئے جیل کی کوٹھری میں بند کر کے رکھ دیا گیا۔ وہ کسی بہانے صدر جمہوریہ کو اپنا دکھڑا سنانے نہ لگ جائے۔

ریاست گجرات کی طرف سے خراب و خستہ معاملات کی لیپا پوتی کی منہ بولتی تصویریں ٹی وی کے مختلف چینلوں پر بھارت کے صدر کے سفر سے دو روز پہلے ہی دکھائی جا رہی تھیں۔ فساد زدہ علاقہ کا یہ فرق دیکھ کر لوگ حیران و پریشان تھے۔

بالآخر صدر جمہوریۂ ہند بہت مطمئن گجرات سے واپس لوٹے۔ کیونکہ صدر جمہوریہ نے اپنے دورۂ گجرات میں وہی دیکھا جو انہیں نریندر مودی نے دکھایا، وہی سنا جو نریندر مودی نے سنایا۔ اور یہ تو ہمارے ملک کی روایت رہی ہے کہ صدر جمہوریہ نہ اپنے کانوں سے سنتے ہیں، نہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔

یہ خبر افسوس کے ساتھ سنی جائے گی کہ سید حبیب اللہ قادری اجھریؒ ۲۶ر جمادی الثانی ۱۴۲۳ ہجری کو بروز جمعرات حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے انتقال کر گئے۔ مرحوم اجھر شریف کے قادری خانوادے سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت صاحب سجادہ خانقاہ مجیبیہ، مولانا شاہ رضوان اللہ قادری مدظلہٗ کے ممیرے چچا تھے۔

وہ ایک عرصے سے دہلی میں اخبار ''دعوت'' کے مکتبے سے وابستہ تھے اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ وہیں مقیم ہو گئے تھے۔ اپنے عزیز و اقرباء سے ملاقات کے لئے اپنے وطن اجھر شریف اور پھلواری شریف آتے رہتے تھے۔ وہ پہلے سے عارضۂ قلب میں مبتلا تھے۔

ان دنوں اجھر شریف آئے ہوئے تھے۔ ۲۰ر جمادی الثانی کو حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے عرس میں شرکت اور رشتہ داروں سے ملاقات کے لئے پھلواری شریف آئے تھے۔ ۲۶ر جمادی الثانی کو نمازِ ظہر کے لئے وضو کر کے مسجد جانے کے لئے اٹھے تو بے ہوش ہو کر گر گئے، فوراً ہاسپیٹل لے جایا گیا لیکن وہ راستہ ہی میں سفر آخرت پر روانہ ہو چکے تھے۔ ان کی لاش اسی دن اجھر شریف لے جائی گئی اور بعد نمازِ جمعہ تدفین ہوئی۔ سید حبیب اللہ قادری مرحوم بڑے دیندار خوش اخلاق اور ذی علم آدمی تھے۔ اللہ تعالیٰ انکی مغفرت فرمائے۔ پس ماندگان میں ایک صاحبزادی اور تین صاحبزادے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

☆☆☆☆

حبیب اللہ

از افادات حضرت اقدس سیدنا الامام فیاض المسلمین بدرالکاملین
امیر الشریعۃ شیخ الطریقۃ مولانا سید شاہ محمد بدرالدین قادری قدس سرہٗ

حبیب کے معنی دوست اور محبوب کے ہیں۔ یہ حُبْ سے مشتق مبالغہ کا صیغہ ہے۔ حُبْ کا لفظ قرآنی لغات میں سے ہے۔ جیسا کہ ان آیات شریفہ سے ظاہر ہے یُحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ اور يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا۔ حُبْ کے مشتقات میں سے يُحِبُّ۔ وَيُحْبِبْ۔ وَمَحَبَّةً وَاَحِبَّاءُ تو قرآن مجید میں ہیں مگر لفظ محبّ و محبوب و حبیب قرآن مجید میں نہیں آیا ہے۔

حبّ کے معنی دوستی کے ہیں۔ اس کا اثر مخلوق کے اندر ظاہر ظاہر معلوم ہوتا ہے۔ باپ بیٹوں میں، زن و شو میں، قرابت مندوں میں، ہمجلیسوں میں، ہم صحبتوں میں ایک کو دوسرے سے محبت اور دوستی ہوتی ہے۔ اور ان لوگوں کا دل محبت کی کیفیت اور اثر سے متکیف و متاثر ہوتا ہے۔ اس بات کے یقین کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کسی قسم کی خارجی کیفیت و اثر کے قبول کرنے اور متاثر ہونے سے منزہ اور بری ہے۔ اس پر بھی یقین و ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو دوست رکھتا ہے۔ کیونکہ قرآن مجید اس پر ناطق ہے۔ کسی مقام میں وَاللّٰهُ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ اور کہیں يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ کہیں اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ اور کہیں يُحِبُّ الصَّابِرِيْنَ کہیں يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ اور کہیں يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ کہیں يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ کہیں يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ پھر کہیں اپنی محبت بندوں کے ساتھ اور بندوں کی محبت اپنے ساتھ دونوں کو ایک ہی جگہ ذکر فرمایا يُحِبُّهُمْ

وَيُحِبُّوْنَه ان آیات کریمہ سے اللہ تعالی کا اپنے خاص خاص بندوں سے محبت کرنا اور بندوں کا اپنے مالک اللہ تعالی سے محبت کرنا تو نص صریح سے ثابت ہے۔ مگر یہ محبت اس طرح کی محبت نہیں جیسی مخلوق کے اندر آپس میں ایک کو دوسرے سے ہوا کرتی ہے۔ یہاں محبّ و محبوب مرئی محسوس ہیں۔ اس لئے محبّ اپنے محبوب سے قرب مکانی واتصال جسمانی، ہمنشینی و ہمجلیسی کا خواہشمند ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ قید مکان میں ہے نہ وہ دیکھا جاتا ہے نہ وہ جسم ہے، تو اللہ تعالی کے محبّ میں قرب مکانی واتصال کی آرزو کیوں ہونے لگی، اس لئے اللہ تعالیٰ کی محبت وہ باتیں نہیں چاہتی جو کچھ مخلوق کی محبت چاہتی ہے۔ انسان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت اس جہت سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کو وہ اپنا خالق اور پروردگار جانتا ہے۔ ان میں سے جو کہ سچی توحید حق تعالیٰ کی اور رسالت انبیاء علیہم السلام کے قائل نہیں ہیں ان میں بھی محبت اپنے خالق کی ہے تو ضرور مگر یہ محبت اس قدر کمزور ہے کہ اس محبت میں باطل معبودوں کو بھی شامل وشریک کر لیتے ہیں جس کی خبر اس آیت شریفہ میں ہے: يُحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ. اور جن کو توحید و رسالت پر پورا ایمان ہے ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی سی محبت کسی کی بھی نہیں اور یہ محبت خدا کی ان میں بہت بڑھی ہوئی ہوتی ہے جس کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ.

اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں میں خاص خاص نیک صفت والوں سے محبت ہے۔ جس کا ثبوت آیات شریفہ مرقومہ بالا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وغیرہا سے صاف اور صریح ظاہر ہے۔ اور بندوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہونے کا بھی ثبوت اوپر گزر چکا ہے۔ بندوں کے دلوں میں اپنے خالق و مالک کی محبت کا ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ مِنْهُ بَدَءَ اور وَاِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ کے اقتضا سے بندوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا ہونا ضروری ہے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ وہ بے نیاز جس کی صفت غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ہے اس کو اپنے خاص بندوں سے محبت ہے۔ کیوں ہے اور کس لئے ہے اس کو وہی جانے۔ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ. جس طرح بعض خاص محبوب صفتوں کے سبب سے اپنے بندوں کو اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے۔ ان صفات کے برعکس یا بری صفتوں کے

پائے جانے سے اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کی محبت رکھنے سے انکار بھی فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ۔ اور اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا اور اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ خَوَّانًا اَثِیْمًا اور اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ اور اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ اور اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْکَافِرِیْنَ۔

کمی وبیشی کی حیثیت سے محبت کے مختلف مدارج مقرر کئے گئے ہیں اس لئے اہل محبت میں سے کوئی محبّ کہا جاتا ہے کوئی محبوب، کسی کو خلیل کہتے ہیں تو کسی کو حبیب۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام قدیم میں ارشاد فرماتا ہے

وَاتَّخَذَ اللّٰہُ اِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلًا [1] — اور اللہ نے ابراہیم کو دوست بنا لیا

دوست کے معنی قرآن مجید میں ایک لفظ اور صدیق بھی دو مقام میں آیا ہے یعنی محبت رکھنے والوں میں سے کچھ لوگ صدیق بھی کہے جاتے ہیں۔ لیکن محبّ ومحبوب و حبیب یہ تینوں الفاظ قرآن مجید میں نہیں ہیں۔ البتہ احادیث میں مذکور ہیں۔ مجھے اس وقت لفظ حبیب سے بحث ہے۔ اسم حبیب اللہ کا ذکر جس حدیث میں ہے وہ یہ ہے۔

حضرت [2] عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے کچھ لوگ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے انتظار میں بیٹھے تھے کہ اتنے میں آپؐ تشریف لائے اور ان کے قریب پہنچے تو آپؐ نے سنا کہ وہ لوگ انبیاء علیہم السلام کا ذکر کر رہے ہیں۔ بعض نے ان میں سے تعجب سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا۔ دوسرے نے کہا کہ اس سے زیادہ تعجب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا ہے۔ ایک اور نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں۔ کسی اور نے کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے (خلق میں سے) چن لیا ہے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تمہاری تعجب کی باتوں کو سنا۔ ابراہیم کو اللہ نے خلیل بنایا، ایسا ہی ہے۔ اور موسیٰ اللہ تعالیٰ سے بات کرتے تھے، ایسا ہی ہے۔

---

[1] سورۂ نساء، رکوع-۱۰

[2] سنن دارمی و جامع ترمذی۔

اور عیسیٰ روح اللہ تھے، ایسا ہی ہے اور آدم کو اللہ نے چن لیا تھا ایسا ہی ہے۔ اور میں اللہ کا حبیب ہوں اور یہ کہنا فخر (سے) نہیں ہے اور قیامت کے دن لواء حمد کا اٹھانے والا میں ہوں گا اور یہ کہنا فخر سے نہیں۔ اور جنت کے دروازہ کی زنجیر ہلانیوالا (اس کے کھولنے کے واسطے) پہلا شخص میں ہوں گا تو اللہ میرے واسطے اسے کھول دے گا اور مجھے اس میں داخل کرے گا اور میرے ساتھ (اس وقت) نقراء مومنین ہوں گے اور یہ کہنا فخر سے نہیں اور پہلے اور پچھلے سب سے میں بزرگ تر ہوں اور یہ کہنا فخر سے نہیں ہے۔

اس حدیث میں بمقابلہ خلیل اللہ اور کلیم اللہ اور روح اللہ اور صفی اللہ کے حبیب اللہ فرمایا گیا ہے۔ یہ خود اس بات پر دلیل ہے کہ حبیب اللہ کا درجہ سب سے ارفع ہے۔ لیکن خلت ومحبت کی بحث میں لوگوں نے خلیل کو محبّ ومحبوب پر فضیلت دی ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ خلیل وحبیب میں کس کا درجہ ارفع ہے تو علماء محققین میں سے اکثر نے خلیل سے ارفع درجہ حبیب کا بتایا ہے اور اپنے دعویٰ کے ثبوت میں ان آیاتِ کریمہ کو پیش کیا ہے۔

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَ كَذَالِكَ نُرِیْٓ اِبْرَاهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ۝ [1] اور اس طرح ہم دکھاتے رہے ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی بادشاہت تاکہ وہ (توحید حق پر) یقین کرنے والوں میں ہو جائے۔

اور اپنے حبیب حضرت سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا ہے:

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی [2] تو آ گئے دو کمان کے فاصلہ پر یا اس سے بھی قریب تر

غرض یہ کہ سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو جو خلیل تھے اللہ تعالیٰ کا عرفان اور قرب بواسطہ آیات الٰہی آسمانوں اور زمین کی بادشاہی کے دیکھنے اور اس میں غور وفکر کرنے سے ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو حبیب ہیں عرفان بلاواسطہ یعنی بغیر

---

[1] سورہ انعام، رکوع -۹

[2] سورہ نجم، رکوع -۱

آیات اللہ میں غور و فکر کے محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوا۔

حضرت خلیل علیہ السلام مغفرت کی آرزو رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے اپنی بخشائش چاہتے ہیں۔

وَالَّذِیٓ اَطۡمَعُ اَنۡ یَّغۡفِرَلِیۡ	اور وہ جس سے امید رکھتا ہوں کہ
خَطِیۡٓئَتِیۡ یَوۡمَ الدِّیۡنِ۔ ۱	میری خطاؤں کو بخش دے گا قیامت کے دن۔

اور حضرت حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے مژدہ سنایا گیا اور مغفرت کا یقین دلایا گیا۔

لِیَغۡفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡبِکَ	تاکہ بخش دے اللہ تمہارے اگلے
وَمَا تَاَخَّرَ۔ ۲	اور پچھلے گناہ۔

حضرت خلیل علیہ السلام نے دعاء وسوال کی ضرورت محسوس کر کے دعا کی۔

وَلَا تُخۡزِنِیۡ یَوۡمَ یُبۡعَثُوۡنَ۔ ۳	اور مجھے رسوا نہ کیجئے جس دن لوگ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔

اور حضرت حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر سوال کے بشارت دی گئی۔

یَوۡمَ لَا یُخۡزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ۔ ۴	اس دن اللہ رسوا نہ کرے گا ان نبی (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو۔

حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے بلا و محنت میں بڑے استقلال کے ساتھ صبر و تحمل فرماتے ہوئے اپنی طرف سے فرمایا۔

حَسۡبِیَ اللّٰہُ۔ ۵	مجھے خدا کافی ہے۔

اور حضرت حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب استقلال کے ساتھ صبر و تحمل فرماتے ہیں تو خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے کفایت کا اطمینان دلایا جاتا ہے۔

---

۱ سورہ شعراء، رکوع - ۵ ۲ سورہ فتح، رکوع - ۱ ۳ سورہ شعراء، رکوع - ۵

۴ سورہ تحریم، رکوع - ۲۔

۵ حدیث میں ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت جبرئیل سے مدد لینے میں انکار کیا تھا، جبکہ وہ آگ ڈالنے کو منجنیق میں رکھے گئے تھے اور اپنے معاملہ کو خدا پر چھوڑ دیا تھا۔

یٰا اَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ۔ ۱ اے نبی (محمد ﷺ) تم کو خدا کافی ہے۔
حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو ان کی اس دعا و سوال کے بعد مرتبہ رفیعہ عطا کیا جاتا ہے۔

وَاجْعَلْ لِیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ۔ ۲ اور پیچھے آنے والوں میں میرا ذکر جمیل مشہور کیجئے۔

اور حضرت حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر دعا و سوال کے خوشخبری دی گئی۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ ۳ اور میں نے تمہارا ذکر بلند کیا۔

حضرت خلیل اللہ علیہ السلام اپنے اور اولاد کے لئے آلایش شرک و گناہ سے محفوظ رہنے اور طہارت قلبی کے لئے دعا فرماتے ہیں جو ان کے حق میں تو سب قبول ہے لیکن ان کی اولاد میں سب کے لئے نہیں کچھ مستثنیٰ اور باقی کے حق میں قبول ہوتی ہے۔

وَاجْنُبْنِیْ وَ بَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ۔ ۴ مجھے اور میری اولاد کو بچائیو اس سے کہ ہم بتوں کو پوجنے لگیں۔

اور حضرت حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر سوال کے مسرت افزا پیام آتا ہے۔

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا ۵ خدا یہی چاہتا ہے۔ اے اہل بیت پیغمبر کے کہ تم سے ناپاکی کو دور کرے اور تم کو تمام تر پاک کر دے۔

خلیل و حبیب کے درمیان رفعت شان کی یہ بحث جو گزری شفاء قاضی عیاض رحمہٗ اللہ تعالیٰ میں ہے۔ جس کو انہوں نے امام ابوبکر ابن فورک کا قول نقل کیا ہے کہ بعض متکلمین نے کہا ہے۔

لیکن پہلی آیت کریمہ وَكَذٰلِكَ نُرِیْٓ اِبْرَاهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے اور آیت شریفہ فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ میں کوئی ایسی مناسبت ظاہر معلوم نہیں ہوتی جو مدعا کو ثابت کرے۔ البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے

---

۱ سورہ انفال، رکوع ۸۔ ۲ سورہ شعراء، رکوع ۵۔ ۳ سورہ الم نشرح، رکوع ۱۔
۴ سورہ ابراہیم، رکوع ۶۔ ۵ سورہ احزاب، رکوع ۴۔

آسمان و زمین کی بادشاہی کو (جو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے) دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کی یعنی مصنوع سے صانع کے وجود کا یقین کیا اور حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جو حبیب اللہ ہیں، اللہ تعالیٰ کی بڑی بڑی نشانیوں کو دیکھا لَقَدْ رَاٰی مِنْ آیَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی۔ اب وہ فرق جس سے خلیل پر حبیب کی فضیلت نکلتی ہے یہ ہے کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے مصنوع میں صانع کو دیکھا تو ہر ایک نشانیوں پر رک رک کر فکر صحیح و قلب سلیم رکھنے کی وجہ سے ہر ایک اعراض کرتے اور آگے بڑھتے گئے یہاں تک کہ فرمایا:

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ۔

ہر ہر نشانی پر ٹھہر کر بعد غور وفکر اس سے اعراض کرنا ان آیات کریمہ سے واضح ہے۔

فَلَمَّا جَنَّ عَلَیْهِ الَّیْلُ رَاٰ كَوْكَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّیْ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ ۝ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّیْ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ یَهْدِنِیْ رَبِّیْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّیْنَ ۝ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّیْ هٰذَآ اَكْبَرُ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ۔ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ۔

پھر جب رات کا اندھیرا ان پر چھا گیا تو ایک ستارہ کو دیکھا، کہنے لگے (کیا) یہ میرا پروردگار ہے۔ جب وہ غائب ہو گیا تو کہنے لگے غائب ہونے والوں کو میں نہیں دوست رکھتا۔ پھر جب چاند کو روشن (یا بلند) ہوتے دیکھا تو کہا (کیا) یہ میرا پروردگار ہے۔ پھر جب وہ غائب ہوگیا تو کہنے لگے اگر میرا پروردگار مجھے سیدھے رستہ پر نہ چلا دے گا تو میں گمراہ ہو جاؤں گا۔ پھر جب آفتاب کو روشن دیکھا تو کہنے لگے۔ (کیا) یہ میرا پروردگار ہے (کیونکہ) یہ سب سے بڑا ہے۔ پھر جب وہ بھی چھپ گیا تو کہنے لگے اے لوگو، میں اس چیز سے بَری ہوں جس کو تم خدا کا شریک بناتے ہو۔ میں نے اپنا رخ (عبادت کے لئے) جھکتا ہوا اسی کی طرف کرلیا جس نے آسمان و زمین کو بنایا ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

اور اپنے حبیب سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ظاہر فرماتا ہے۔

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی لَقَدْ رَاٰی مِنْ آیَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی۔

ان کی آنکھ نہ کسی طرف جھی اور نہ (اپنی حد سے) متجاوز ہوئی اور بہ تحقیق بڑی بڑی نشانیاں اپنے پروردگار کی دیکھیں۔

وہاں ہر ہر نشانیوں کو دیکھ کر اور رک کر غور وفکر صحیح کر کے اس کو چھوڑنا اور خدا کی طرف رجوع کرنا معلوم ہوتا ہے اور یہاں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بڑی بڑی نشانیاں دیکھنے میں آئیں اور ان میں سے کوئی بھی اپنی طرف مائل نہ کرسکی اور آپ کی نظر میں خیرگی یا عقل میں حیرت دل و دماغ میں وحشت نہ ڈال سکی۔

خلت پر محبت عظیمہ کا تفوق اور رفعت مرتبہ اس آیت کریمہ سے بھی ظاہر ہے کہ ایک ہی آیت میں حضرت خلیل علیہ السلام کو نام کے ساتھ اور اپنے حبیب ﷺ کو نبوت کی صفت کے ساتھ یاد فرمایا جس سے آپ کی جلالت قدر اور رفعت شان کا اظہار ہوتا ہے۔

اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرَاهِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِیُّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔

بیشک ابراہیم کے خاص تر لوگوں میں وہ ہیں جو ان کی پیروی کرتے رہے اور یہ پیغمبر (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اور جو لوگ ایمان لائے (ان پر)

سابقین انبیاء و مرسلین علیہم السلام سبھی اللہ تعالیٰ کے محبوب تھے۔ لیکن ہمارے پیغمبر سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت و رسالت والی محبوبیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے خلیل بھی تھے اور حبیب بھی۔ جو محبوبیت کا انتہائی اعلیٰ درجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کلام مقدس میں بہت سے انبیاء و رسول (جو سب کے سب محبوب تھے) اور اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حبیب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکرے ہیں ان میں غور کرنے سے حضرت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعت شان اور علو مرتبت سب سے بالاتر معلوم ہوتی ہے۔ ہر ایک پیغمبر کو تو ان کے نام سے مخاطب فرمایا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لقب کے ساتھ یعنی [1] یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ یَا اَیُّهَا

[1] سورہ آل عمران، رکوع-۷

الرَّسُوْلُ يَا اَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ يَا اَيُّهَا الْمُدَثِّرُ۔ پھر بہ سبب ان ناسمجھ اعراب (بدویوں) کے جو کلام الٰہی کے اس اسرار سے واقف نہ تھے اور آپ کا نام لے کر پکارتے تھے، مسلمانوں کو یہ ادب سکھایا۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا۔ [1]

مسلمانوں پیغمبر کے بلانے کو ایسا نہ بناؤ جیسا آپس میں تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔

مفسرین نے اس کے دو معنی لکھے ہیں۔ ایک یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس کو طلب فرمائیں تو وہ حاضر ہونے میں دیر نہ کرے۔ دوسرے یہ کہ آپس میں ایک دوسرے کو نام لے کر جس طرح بلایا کرتے ہو اس طرح آپ کو بھی نام لے کر نہ پکارو۔ قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے جانتے ہوں گے کہ سب پیغمبروں کی امت اپنے پیغمبروں کو نام لے کر ہی پکارا کی ہے۔ یہاں یہ ادب کے خلاف بتا کر روک دیا گیا پھر ان لوگوں کی گستاخی کو جو حجرہ کے باہر سے آپ کو پکار کر بلاتے تھے بے عقلی ان کی بتلا کر یہ بھی روک دیا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرَاتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ۔ [2]

جو لوگ حجرہ کے باہر سے تم کو پکارا کرتے ہیں بہت ان میں سے بے عقل ہیں اور کاش وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تم خود سے ان کے پاس باہر آ جاتے۔ تو ان لوگوں کے لئے بہتر تھا۔

ایک اور بڑی بات دیکھنے کی یہ ہے کہ سابقین پیغمبروں کے منکروں اور مخالفوں کے جس قدر الزام و اتہام ہوئے ان سب کے ہر الزام کے جواب کا بار انہیں پیغمبروں پر رہا اور وہی اس کا جواب دیا کئے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قسم کے جواب دینے کی تکلیف نہ دی گئی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے خود ہر ایک الزام کا جواب دیا۔ جس سے آپ کی محبوبیت عظیمہ اور حبیب ہونیکی

---

[1] سورہ نور، رکوع - ۹   [2] سورہ حجرات، رکوع - ۱

خصوصیت کا ظہور کامل طرح پر ہوتا ہے۔ ذیل کی آیات کریمہ اس بات پر شاہد ہے۔
جب حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی قوم نے کہا:

اِنَّا لَنَرَاكَ فِىْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ۔ [۱] ہم تم کو ظاہر گمراہی میں دیکھتے ہیں۔

تو اس کے جواب میں انہوں نے خود فرمایا:

يَا قَوْمِ لَيْسَ بِىْ ضَلَالَةٌ۔ [۲] اے قوم مجھ میں کچھ گمراہی نہیں ہے۔

اسی طرح حضرت ہود علیہ السلام کو ان کی قوم نے جب کہا

اِنَا لَنَرَاكَ فِىْ سَفَاهَةٍ۔ [۳] ان کے قوم کے سرداروں نے کہا کہ تمہیں حماقت میں ہم پاتے ہیں۔

تو اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا

يَا قَوْمِ لَيْسَ بِى سَفَاهَةٌ۔ [۴] اے قوم، مجھ میں حماقت نہیں ہے۔

اسی طرح جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون نے کہا

اِنِّىْ لَاَظُنُّكَ يَا مُوْسٰى مَسْحُوْرًا۔ [۵] اے موسیٰ، میں تمہیں سحر کیا ہوا گمان کرتا ہوں۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب میں فرمایا:

اِنِّىْ لَا ظُنُّكَ يَا فِرْعَوْنَ مَبْثُوْرًا۔ [۶] اے فرعون، میں تجھے ہلاکت میں پڑا ہوا خیال کرتا ہوں۔

لیکن جب کفار قریش یا اہل کتاب یہود وغیرہ یا منافقین مدینہ میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی نے مجنون، کسی نے شاعر، کسی نے کاہن ہونے کا اتہام کیا تو ان سبھوں میں سے کسی کے جواب دینے کی ضرورت آپ کو نہ ہوئی۔ سب کا جواب اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔

کفار نے جب جنون سے متہم کیا: وَيَقُوْلَونَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ۔ [۷]
تو اس کے جواب میں وحی آئی۔

---

[۱] سورہ اعراف، رکوع ۸۔ [۲] سورہ اعراف، رکوع ۸۔ [۳] سورہ اعراف، رکوع ۹۔
[۴] سورہ اعراف، رکوع ۹۔ [۵] سورہ اعراف، رکوع ۹۔ [۶] سورہ بنی اسرائیل، رکوع ۱۲۔
[۷] سورہ نون، رکوع ۲۔

مَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ۔ ۱؎ اے پیغمبر تم مجنون نہیں ہو (بلکہ اپنے رب کی نعمت نبوت پائے ہوئے ہو)

اسی طرح جب دیوانگی اور شاعر ہونے کی تہمت دی۔

وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَجْنُوْنٍ ۲؎ تو وحی آئی

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهٗ۔ ۳؎ نہ ہم نے ان کو شعر (کہنا) سکھایا ہے اور نہ ان کو یہ سزا وار ہے۔

وحی وغیرہ کے بھول چوک کے غلط الزامات کے جواب میں وحی آئی۔

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى۔ ۴؎ نہ بھٹکے تمہارے رفیق نہ حق کے خلاف ہوئے۔

کچھ دن وحی کے آنے میں دیر ہوئی تو کفار الزام دینے لگے تھے کہ ان کا پروردگار ناراض ہو گیا اس نے ان کو چھوڑ دیا ہے۔ اس کے جواب میں وحی آئی۔

مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى۔ ۵؎ تمہارے رب نے نہ تمہیں چھوڑ دیا ہے اور نہ (تم سے) ناخوش ہو گیا ہے۔

حاصل غرض یہ کہ جتنے پیغمبر ہوئے سبھی اللہ تعالیٰ کے محبوب تھے لیکن مراتب ان سب کے متفاوت ہیں۔ ان میں سب سے اعلیٰ مراتب خلیل و حبیب کے ہیں اور ان دونوں میں بھی حبیب کا مرتبہ رفیع تر ہے۔ اس لئے کہ خلت کی صفت بھی حبیب کو پہلے ہی سے حاصل ہے۔ یعنی ہمارے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے خلیل بھی تھے اور حبیب بھی۔ آپ کی جلالت قدر اور علو شان کا اظہار خلیل علیہ السلام کے بیان جلالت و عظمت سے بڑھ کر کلام اللہ کے اندر بہت جگہوں میں صراحتاً موجود ہے۔ جس کا بیان اوپر ہو چکا ہے۔ اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ آپ میں خلت کی صفت تو تھی ہی اس کے علاوہ اس سے بھی اعلیٰ اور محبوب تر کوئی اور صفت بھی ہے جس کی وجہ سے آپ کے ساتھ یہ احترام ہے۔ وہ صفت یہی ہے جس کے سبب سے آپ کا لقب حبیب اللہ ہوا۔ گو قرآن مجید میں آپ کو خلیل اللہ یا حبیب اللہ صراحتہً نہ کہا گیا مگر

۱؎ سورہ نجم، رکوع ۱۔ ۲؎ سورہ صافات، رکوع ۲۔ ۳؎ سورہ یٰسین، رکوع ۵۔
۴؎ سورہ نجم، رکوع ۱۔ ۵؎ سورہ والضحیٰ، رکوع ۱۔

حدیث شریف سے دونوں لقب ثابت ہے اور آپ دونوں صفتوں کے جامع تھے۔ خلیل اللہ ہونے کے ثبوت میں صحیحین اور دوسری کتابوں کی حدیثیں کافی ہیں۔ ایک تو بخاری کی حدیث جو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَوْكُنْتُ مُتَّخِذاً خَلِيلاً غَيْرَ رَبِّي لاَتَّخَذْتُ اَبَا بَكْرٍ خَلِيْلاً "اگر میں اپنے پروردگار کے سوا کسی کو خلیل بنانے والا ہوتا تو ابوبکر کو بناتا۔"

اور مسلم کی روایت ہے:

وَاَنَّ صَاحِبَكُمْ خَلِيْلُ اللّٰهِ. اور تمہارے رفیق (پیغمبر) اللہ کے خلیل ہیں۔

ایسا ہی ترمذی وغیرہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

وَقَدْ اِتَّخَذَ اللّٰهُ صَاحِبُكُمْ خَلَيْلاً. اور تحقیق کہ اللہ نے تمہارے رفیق (پیغمبر) کو خلیل بنا لیا ہے۔

حبیب اللہ ہونے کا ثبوت اوپر گزر چکا ہے۔

مشائخ طریقت نے بھی محبت کے بہت مدارج ہونے میں علماء محققین سے اتفاق کیا ہے اور ان کے نزدیک بھی سب سے اعلیٰ درجہ حبیب کا ہے اور اس کے متعلق کہتے ہیں کہ اس درجہ کی محبت میں انتہائی محبت و یگانگت کے مقتضا سے باہم ہر ایک کو دوسرے کی ملک میں تصرف کا اختیار ہوتا ہے۔ متصرف کو اپنے دوست مالک سے پوچھنے اور اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہوتی اور مالک بھی اپنے دوست متصرف کو ٹوکتا نہیں کہ تم نے بغیر مجھ سے اجازت لئے کیوں تصرف کیا بلکہ اس تصرف کو جائز رکھتا ہے اور اس کے فعل کو عین اپنا جانتا ہے۔

ہمارے پیغمبر حضرت مصطفیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و شرف و کرم و مجد و عظم کو جو اللہ تعالیٰ نے خلیل و حبیب اپنا بنایا تو اس سے یہ ہی اعلیٰ درجہ مقصود ہے جس میں تصرف کا اختیار ہوتا ہے۔ ذیل کے واقعات سے اس تصرف کا ثبوت ملتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ سلم کے حضور میں ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ میں ہلاک ہو گیا۔ آپ

نے فرمایا تیرا کیا حال ہے۔ اس نے کہا میں روزہ رکھے ہوا تھا اور اپنی زوجہ سے جماع کیا۔ آپ نے فرمایا کیا تو غلام آزاد کر سکتا ہے۔ اس نے عرض کیا، نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ دو مہینہ پیہم روزہ رکھ سکتا ہے۔ اس نے عرض کیا نہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے۔ اس نے عرض کیا نہیں۔ تو آپ نے کچھ توقف فرمایا۔ اتنے میں آپ کے پاس ایک زنبیل کھجور کی لائی گئی۔ آپ نے فرمایا وہ (مسئلہ پوچھنے والا) کہاں ہے، اس نے کہا کہ میں ہوں۔ آپ نے فرمایا اس کو لے لے اور (اپنے کفارہ کا) صدقہ دے۔ اس نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ کیا اپنے سے زیادہ کسی محتاج کو صدقہ دوں۔ قسم خدا کی ان دونوں لابہ (مدینہ کے دونوں جانب کے سیاہ پہاڑوں) کے درمیان مجھ سے زیادہ محتاج کوئی نہیں۔ (اس کہنے پر اس کے) حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے ایسا کہ دندانِ مبارک آپ کے نظر آنے لگے۔ پھر فرمایا کہ اپنے لوگ کو کھلا۔ [1]

اور ابوداؤد نے ایک روایت میں زہری کا یہ قول لکھا ہے کہ یہ اس کے واسطے خاص تھا واضح ہو کہ روزہ کے کفارہ کی نسبت حکم الٰہی وہی ہے جو ظہار کا کفارہ سورہ مجادلہ میں بتایا گیا ہے۔ جس کا اس حدیث میں بیان بھی ہوا۔ اور قرآن شریف و حدیث شریف میں اس قسم کے صدقات حق مساکین ہیں اس کا بھی اشارہ اس حدیث میں موجود ہے۔ تو جس پر کفارہ واجب ہے اپنے ذمہ کے کفارہ کا صدقہ نہ وہ خود کھا سکتا ہے نہ اپنے اہل و عیال کو کھلا سکتا ہے اور باختلاف روایات اس پیمانہ میں کھجوریں پندرہ یا بیس صاع تھیں جو مقدار واجب ساٹھ صاع سے بہت کم اس کی چوتھائی یا تہائی ہے اور اس کے زوجہ کے ذمے اتنا ہی صدقہ اس کے علاوہ واجب تھا۔ یہ احکام الٰہی تھے آپ نے اس میں تصرف فرمایا اور اس تصرف کو اللہ تعالیٰ نے جائز رکھا اور خدا کی رضا بھی ثابت ہوئی کیونکہ اس کے انکار میں کوئی وحی نہ آئی۔

دوسری حدیث حضرت عقبہ بن جہنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی

---

[1] بخاری شریف کتاب الصوم باب اذا جامع فی رمضان ولم یکن لشیء فتصدق فلیکفر۔

اللہ علیہ وسلم نے اصحاب میں (قربانی کے لئے) بھیڑیں تقسیم فرمائیں۔ تو عقبہ یعنی قائل کے حصہ میں بھیڑ کا بچہ ملا۔ (یہ کہتے ہیں) میں نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے حصہ میں بھیڑ کا بچہ آیا ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو ذبح کر دو۔ ۱ یعنی سال سے کم بھیڑ بکری کی قربانی جائز نہیں۔ اور آپ نے اس کے قربانی کی اجازت دے کر اپنا تصرف اس حکم کے اندر ظاہر فرمایا۔

تیسری حدیث حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے ایک بکری نماز عید کے پہلے قربانی کر دی تھی۔ اس پر حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارا اس بکری کا ذبح کرنا گوشت کے غرض سے ہوا۔ یعنی قربانی کا ثواب نہ ملا تو اس نے عرض کیا کہ میرے پاس گھر کا پلا ہوا ایک بھیڑ کا بچہ ہے آپ نے فرمایا اس کو ذبح کرو اور تمہارے سوا دوسرے کو ایسا کرنا جائز نہیں۔ ۲

دوسری روایتوں میں ہے کہ بچہ دودھ پینے والا بہت فربہ دو بکری کے برابر گوشت والا تھا۔ مگر سال سے کم تھا۔ اس لئے وہ قربانی کے قابل نہ تھا لیکن آپ نے اس کی قربانی کرنے کا حکم دیا اور ان کے بعد کسی دوسرے کے لئے جائز نہ رکھا۔ ان کے لئے یہ حکم خاص رکھا یہی آپ کا تصرف ہوا۔

مکہ معظمہ زادھا اللّٰہ تعالیٰ جلالۃً و کرامۃً جس کے بارے میں حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی دعا رَبِّ اجۡعَل ھٰذا بَلَدا اٰمنا۔ (اے پروردگار، میرے اس جگہ کو (قتل و غارت) سے محفوظ امن کا شہر بنا دے) کو اللہ تعالی نے قبول فرما کر شہر آباد کر دیا اور حضرت خاتم النبیین حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے خبر دی گئی۔ مَنۡ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمَناً۔ جو شخص اس شہر میں داخل ہوا امن پائے۔ یعنی اس میں خونریزی حرام کی گئی ہے۔ ساتھ اس کے حضرت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ معظمہ کے دن چند ساعت کے لئے اس کو حلال کر دیا وجہ یہی کہ اس قسم کے تصرف کرنے کے لئے آپ پہلے سے مأذون تھے۔ بعد اس کے آپ نے فرما دیا کہ آئندہ یہاں کوئی

---

۱ بخاری شریف، باب قسمۃ الامام الاضاحی بین الناس۔

۲ بخاری شریف، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی بردۃ ضح بالجذع من المعز۔

شخص خون خرابہ نہ کرے اور فعل حبیب خدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سند نہ پکڑے۔ بخاری شرف باب لایحل القتال بمکۃ میں حدیث امتناع قتال کی مکہ معظمہ میں بتفصیل مذکور ہے۔

کمال دوستی کی غایت یہی ہے کہ ایک دوست جب اپنے دوست کے ملک و مال کو اپنا ملک و مال جان کر تصرف کرتا ہے تو متصرف کے اس فعل کو مالک دوست بھی عین اپنا فعل جانتا ہے۔ کبھی اس کا اعلان بھی کر دیتا ہے تاکہ راز نا آشناؤں کو بھی اس کا علم ہو جائے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کے دشمنوں کی طرف کنکڑیاں پھینکیں جن سے وہ شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس فعل کو اپنی طرف منسوب فرمایا اور اعلان کر دیا۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔

اصحاب رضی اللہ عنہم سے بیعت لینے کے وقت آپ کا دست مبارک جو اصحاب کے ہاتھوں پر رہتا تھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے دست مبارک کو اپنا ہاتھ تعبیر کیا اور بتایا کہ جان لو، يَدُاللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ۔ پھر بڑی بڑی تفصیل اس اجمال میں پوشیدہ کر کے فرمایا۔ میرے ان پیغمبر حبیب کی اطاعت عین میری اطاعت ہے۔ وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔ ان کا حکم عین میرا حکم ہے یہ جو کچھ کہیں مان لو۔ مَا اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ جب متصرف دوست کو مالک دوست مثل اپنے مالک بتا رہا ہو تو دیکھنے والا اگر متصرف کو بھی مالک کہنے لگے تو وہ معذور ہے اس راز کے متلاشیوں میں کوئی آخر کار یہ کہہ اٹھا

محمد بصورت عرب آمدہ | بمعنی نگر عین رب آمدہ

تو کوئی یوں بول اٹھا

احمد باحد رسید و گم یافت | آن حرف حجاب درمیانی

میں تو کچھ نہیں کہہ سکتا کوئی عالم ربانی، عارف حقانی اس عقدہ کو چاہے تو کھول دے کہ ماجرا کیا ہے۔

آپ کی محبوبیت اس انتہائی درجہ پر پہنچی ہوئی تھی کہ آپ کی پیروی کرنے والا بھی

اللہ تعالیٰ کا محبوب ہو جاتا ہے۔ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ۔ پھر جس نے جس قدر سنت نبوی کی پیروی کی تو اس کو محبوبیت کا درجہ خدا کی درگاہ میں بھی اسی منزلت کے موافق ملا اور بارگاہ رسالت سے بھی فیضان قبولیت کا حصہ اسی انداز سے پایا۔

حضرت غوث الثقلین محبوب سبحانی سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہٗ ونفعنا بہ اولیاء میں شان محبوبیت کے اندر ترقی کر کے اس انتہائی درجہ پر پہنچے تھے جس کی نظیر نہیں ملتی۔ آپ خود فرماتے ہیں۔

اَفَلَتْ شُمُوسُ الاَوَّلِیْنَ وَشَمْسُنَا　　اَبداً عَلی اُفُقِ الْعُلٰے لَا تَغْرُبُ

(اگلوں کے آفتاب ڈوب ڈوب گئے اور ہمارا آفتاب ہمیشہ برتری کے افق میں چمکتا رہے گا کہ کبھی نہ ڈوبے گا)

لیکن یہ سب تمام تر انہماک سنت نبوی کی بدولت تھا، سنو! آپ ہی کا کلام ہے۔

کل ولی اللّٰہ علی قدم بنی من الانبیاء و انا علی قدم جدی رسول اللّٰہ وما رفع مصطفی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قدما الا وضعت قدمی فی الموضع الذی رفع قدمہ منہ الایکون قد ما من اقدام النبوۃ فانہ لاسبیل ان ینالہ الابنی۔	”اللہ کا ہر ولی پیغمبروں میں سے کسی ایک پیغمبر کی صفت پر ہوتا ہے اور میں اپنے جد حضرت محمد رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت پر ہوں۔ کوئی قدم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ اٹھایا مگر کہ میں نے اس جگہ اپنا قدم رکھا۔ سوائے قدم نبوت کے کہ اس جگہ کسی ولی کا گزر نہیں۔ وہاں نبی ہی پہنچ سکتے ہیں نہ کوئی دوسرا۔“

حضرت محبوب سبحانی قدس اللہ سرہ کے سنت نبوی پر چلنے کا اہتمام بلیغ جیسا اس قول میں ہے تو اس اتباع کی تاثیرات بھی اکمل درجہ میں ہونی چاہئے تھی جس کا ظہور بڑی بڑی کرامات اور کثیر در کثیر خرق عادات میں ہوا۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کے جسم شریف پر مکھیاں نہ بیٹھتی تھیں۔ ایک شخص جس نے یہ سنا تھا کہ آپ کے جسم پر مکھیاں نہیں بیٹھتی ہیں جمعہ کے دن آپ کی خدمت شریف میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا مکھیوں کا میرے پاس کیا کام ہے۔ میرے پاس نہ دنیا کی گندگی ہے

نہ آخرت کی شہد ہے اور کثیر نصاریٰ و یہود آپ کے دست مبارک پر ایمان لائے۔ شان محبوبیت آپ کی اس قدر مشہور ہے کہ ہزاروں لاکھوں آدمی آپ کا نام نامی لینے کے بدلے فقط محبوب سبحانی یا غوث الاعظم وغیرہ القاب ہی سے آپ کو یاد کرتے ہیں۔

اسی طرح ہندستان میں حضرت محبوب الٰہی سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء دہلوی قدس اللہ سرہٗ ونفعنا بہ کی ذات مبارک میں بھی محبوبیت کی شان اعلیٰ درجہ کی تھی آپ بھی محبوب الٰہی مشہور ہیں۔ آپ میں اتباع نبوی کی خاص تاثیر ظاہر ظاہر یہ تھی کہ آپ کے جسم شریف میں ایک خاص خوشبوئی ہر ملاقات کرنے والے کو محسوس ہوتی تھی۔

ربیع الثانی ان دونوں مشہور محبوبانِ خدا کی وفات کا مہینہ ہے۔ تاریخ وفات میں قریب ایک ہفتہ کا فرق ہے۔ حضرت محبوب سبحانی کا انتقال نویں ربیع الثانی کو اور حضرت محبوب الٰہی کا انتقال اٹھارہویں ربیع الثانی کو ہے لیکن عام طرح پر اول کی گیارہویں مشہور ہے اور ثانی کی سترہویں۔ قدس اللہ تعالیٰ اسرار ھما و نفعنا بھما۔

رباعی

از ہجرِ تو بسکہ دلفگارم چہ کنم
آوارۂ ہردرو دیارم چہ کنم
ہرکس دل خویش و منزلت میگوید
من رہ بدل کسے ندارم چہ کنم

رباعی

ہر چند جدا ز بار گاہت ہستم
محروم ز دولت نگاہت ہستم
چوں ظلِ حمایتِ تو بس ممدود است
دانم کہ ہمیشہ درپناہت ہستم

فرد پھلواروی

☆☆☆☆

حضرت اقدس مولانا سید شاہ محمد بدرالدین قادری قدس سرہٗ

امام ملت و دین آفتاب شہر و دیار

حضرت مولانا شاہ ہلال احمد قادری

تالیفات برائے تربیت باطنی : تزکیۂ نفس اور تصفیۂ باطن کے سلسلے میں گزشتہ قسطوں میں بعض مکتوبات کی عبارتیں پیش کی جا چکی ہیں۔ اس سلسلے میں حضرت کی چند کتابیں قابل ذکر ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت وعقیدت کسی نہ کسی حد تک ہر مسلمان کو ہوتی ہے۔ لیکن کمالِ ایمان صفائے باطن اور استقامت علی الشریعت کے لئے ذاتِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محض رسمی تعلق کافی نہیں ہے، تعلق قلبی مطلوب ہے جس میں واللّٰہیت وشیدائیت اور تڑپ ہو، اور یاد حبیب ہمہ دم تازہ تر رہے۔ خود حضرت اقدس کو ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے جیسی محبت اور عشق تھا، مکتوب ذیل کی عبارت سے اس کا درد و سوز محسوس ہوتا ہے جو حضرت خواجہ حسن نظامی علیہ الرحمہ کو انکے حج و زیارت حرمین شریفین کے موقع پر تحریر فرمایا تھا، پورا مکتوب نقل کرنے کی گنجائش اس مختصر میں نہیں ہے۔ ضروری عبارت ہدیۂ ناظرین ہے :

چوں درمواجہ شریف رسند وصلوۃ وسلام از طرف خود خوانده از طرف اہل اختصاص خود ہم عرض صلوۃ وسلام کردہ فارغ شوند	جب مواجہ شریف میں پہنچیں اور صلوۃ وسلام اپنی طرف سے اور اپنے خاص لوگوں کی طرف سے عرض کر کے فارغ ہوں تو بمصداق۔
چو با حبیب بہ نشینی و بادہ پیمائی بیاد آر محبان بادہ پیمارا	چو با حبیب بہ نشینی و بادہ پیمائی بیاد آر محبان بادہ پیمارا

وبسوئے عام گنہگاران امت محمدی خیال رجوع آرند و برائے شفاعت ایشاں دعا کنند۔ ایں رو سیاہ و در امت محمدی سراپا گناہ ننگ اسلام و مسلمین را ہم یاد خرمایند و صلوۃ و سلام عرض دارند و شفاعت گناہاں خواہند۔

عام گنہگاران امت محمدی کا خیال کریں اور ان کی شفاعت کے لئے دعا کریں۔ یہ رو سیاہ، امت محمدی میں سراپا گناہ ننگ اسلام و مسلمین کو بھی یاد فرمائیں اور صلوۃ و سلام اس کی طرف سے عرض کریں اور گناہوں کی شفاعت چاہیں۔

اگر اس بارگاہ پاک میں تیرا گزر ہووے
پس از عرض سلام و رحمت اے باد صبا کہئے

کہ وہ بدنام جس سے ننگ ہے اسلام کو شاہا
وہ مومن جس کا ایمان باعث ننگ و حیا کہئے

شفاعت پیش حق سے عفو عصیاں چاہتا ہے یہ
حضوری دائمی مجلس کی ہو بس اور کیا کہئے

ونیز عرض دارند کہ در دنیا تلطف وتوجہ عالی را خود خواست گار است وبوقت موت تشریف قدوم را آرزومند، وبرجنازہ ووقت دفن ودر ساعت سوال در قبر جلوہ فرمائی را طلبگار است و امید دارد کہ چوں در حیات دنیا سوال ہیچ سائل رد نفرمودہ شدہ است۔ سوال ایں سائل بےنوا ہم رد نگردد[1]

اور یہ بھی عرض کریں کہ یہ اپنے لئے دنیا میں عنایت وتوجہ عالی کا خواستگار ہے اور بوقت موت حضور کی تشریف آوری کا آرزو مند ہے، جنازہ پر اور دفن کے وقت اور قبر میں سوال کے وقت حضور کی جلوہ فرمائی کا طلبگار ہے، جس طرح حیات دنیوی میں کسی کا سوال رد نہیں کیا گیا ہے، اس بے نوا کا سوال بھی رد نہ ہو۔

حضرت اقدس راہ طریقت کے سالکوں میں ایسی ہی محبت اور درد و سوز پیدا کرنا چاہتے تھے۔ حب نبوی کو دلوں میں راسخ کرنے کے لئے حسب ذیل تعلیم دی ہے۔ ایک بزرگ کو لکھتے ہیں:

برائے ازدیاد محبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حلیہ شریف روزانہ بطور ورد خوانند

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت زیادہ ہونے کے لئے آپ کا حلیہ شریف

[1] مکتوب ۱۳۲۹ ہجری۔

ومثل مدارج النبوت و روضۃ الاحباب کتب کہ دراں احوال حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرقوم است مطالعہ فرمایند۔○	روزانہ ورد کریں اور مدارج النبوت و روضۃ الاحباب جیسی کتابیں جس میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال مرقوم ہیں مطالعہ فرمائیں۔

صلوات اللہ الجلیل علی نبیہ الحبیب الجمیل: رسول اکرم ﷺ کے حلیۂ مبارکہ کو کثرت سے پڑھنا اور اخلاق و عادات کا مطالعہ کرتے رہنا آپ کی محبت بڑھانے کا فطری اور موثر طریقہ ہے۔ اس مقصد کے لئے حضرت اقدس نے 'صلوات اللہ الجلیل علی نبیہ الحبیب الجمیل' لکھی، یہ کتاب ۱۳۲۲ ہجری میں آپ کی حیات میں چھپی تھی۔

یہ مبارک تالیف درودوں کا مجموعہ ہے۔ اس کے تین جزء ہیں، پہلے جزء میں اسماء الٰہی پر مشتمل درود ہیں اور ان اسماء پر مشتمل ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مشترک ہیں۔ عنوان حسب ذیل ہے:

الصلوات المشتملة على اسماء الله الحسنى والاسماء المشتركة بين الله ورسوله صلى الله عليه وسلم عدد من حمده واثنى

درود شریف کی ابتدا ان الفاظ میں ہوتی ہے:

نَحمَدُهٗ و نُثنی عَلَیه بما هُوَ اهلُهٗ۔ ونَشکُره علی نَعمائهٖ واَفضالهٖ و نُصَلِّی و نُسلِّم عَلے سَیِّدِنَا وَ مولانا مُحَمَّد نِالمحمودِ فی جَمیع اَحْوالِهٖ و اَفعالِهٖ مِراٰۃ اَسمَاءِ اللّٰهِ جَلَالِهٖ وجمالِهٖ○ مَظهرِ صفاتِ کمالِهٖ○ وَ علے اٰلِهٖ اَهلِ الشرفِ وَالسِّیادَۃ ○ وصَحبِهٖ اصحابِ الفضل والسَّعادَۃ○ واَحبابِهٖ الّذین هو یُحِبُّهمُ و عَلے مَن اَحَبَّهٗ۔

اللہ کے ناموں میں بعض نام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قرآن و حدیث میں استعمال ہوئے ہیں، مثلاً رحیم اسماء حسنٰی میں ہے اور قرآن میں رسول اکرمؐ کی صفت بھی رحیم آئی ہے۔ بطور نمونہ دو، درود شریف نقل کرتا ہوں اس سے اندازہ ہو جائے گا کہ حضرت اقدس نے کس بلیغ اسلوب میں اور کتنی محبت وعقیدت کے ساتھ درود کا یہ مجموعہ مرتب فرمایا ہے۔

○ مکتوب ۱۳۱۴ ہجری بنام حکیم شاہ اویس رسول علیہ الرحمۃ، گورکھ پور۔

اَللّٰهُمَّ یا رَحیمُ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحمَّدِ نِالرَّحِیْمِ اَشْفَقِ مِنَ الْوالِدَیْنِ عَلٰی اَهلِ الایمانِ وَالاِسلامِ اَلّذین هُم فِیمَا بَیْنَهُمُ الرُّحماءُ

اَللّٰهُمَّ یَا مَلِكُ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحمَّدِ نِالَّذی جَعَلْتَهُ مالِكَ رِقابِ الاُمَمِ سَیِّدِ العَرَبِ وَالعَجَمِ۔

اس متبرک مجموعہ کا دوسرا جزو، مشائخ سلسلہ کے اسماء پر مشتمل ہے، سلسلہ قادریہ وارثیہ اور سلسلہ قادریہ عمادیہ کے مشائخ کے اسماء گرامی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر حضرت مصباح الطالبین مولانا شاہ علی حبیب نصر قادری قدس سرہٗ تک ہیں جو حضرت مصنف کے پیر و مرشد تھے۔ اس حصے میں مشائخ سلسلہ کے نام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بنا کر لکھے گئے ہیں۔

بطور تلمیح : مثلاً حضرت غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی اس طرح استعمال فرمایا ہے

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحمَّدٍ عَبْدِكَ القادرِ عَلٰی اَنْواعِ الْمُعجِزاتِ وَ خَرقِ الْعَاداتِ غَوْثِ الْعَوالِمِ غِیَاثِ المستغیثِین۔

اور اپنے مرشد گرامی حضرت مصباح الطالبین شاہ علی حبیب نصر کا نام اس طرح استعمال فرمایا ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحمَّدٍ مِصْبَاحِ الطالبِیْنَ شَفِیْعِ الْمُسْلِمِیْنَ عَلِیِّ الشَّانِ حَبِیْبِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۱؎

نادانوں اور کم فہموں کو یہ شبہ نہ ہو کہ اپنے سلسلے کے مشائخ پر درود بھیجا جا رہا ہے۔ یہ طریقہ تلمیح کا ہے۔ یہاں پیرانِ طریقت کا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت بن گیا ہے، اس تلمیح کو بھی وہی شخص سمجھ سکتا ہے جو ان مشائخ کے نام سے واقف ہے، ناواقف نہیں سمجھ سکتا۔ غرضیکہ درود براہ راست اور بالاصالت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہی بھیجا گیا ہے اس طریقے پر درود پڑھنے کا فائدہ فیوض و برکات میں اضافہ ہے، ''صلوات اللہ الجلیل'' کا یہ دوسرا جز ''الباقیات الصالحات'' میں ''صلوٰۃ السلسلہ'' کے نام سے بھی شائع ہو گیا ہے۔

صلوات اللہ الجلیل کا تیسرا جزء حلیہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل ہے، یہ حصہ ذرا طویل ہے۔ اس میں صیغۂ درود کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف جمیلہ اور خصائل وشمائل کا بیان ہے۔ شمائل ترمذی میں حلیۂ شریف جن الفاظ میں مروی ہے، حضرت اقدس نے بجنسہ وہی نقل کیا ہے۔ مثلاً ابتداء اس طرح کی گئی ہے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى عَبْدِكَ وَنَبِيِّكَ وَرَسُولِكَ وَحَبِيْبِكَ وَ مَحْبُوْبِكَ سَيِّدِنَا وَمولانا محمَّدِ نِالَّذِي كَانَ فَخْمًا مُفَخَّمًا وصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى عَبْدِكَ وَنَبِيِّكَ وَرَسُولِكَ وَحَبِيْبِكَ وَ مَحْبُوْبِكَ سَيِّدِنَا وَمولانا محمَّدِ نِالَّذِي هُوَ بَيْنَ المرسلين عِنْدَ اللّٰهِ مكرما وَمُعظَّماً. اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى عَبْدِكَ وَنَبِيِّكَ وَرَسُولِكَ وَحَبِيْبِكَ وَ مَحْبُوْبِكَ سَيِّدِنَا وَمولانا محمَّدِ نِالَّذِي كَانَ مُعْتَدِلَ الْخَلْقِ. وصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى عَبْدِكَ وَنَبِيِّكَ وَرَسُولِكَ وَحَبِيْبِكَ وَ مَحْبُوْبِكَ سَيِّدِنَا وَمولانا محمَّدِ نِالَّذِي هُوَ اَحسَنُ النَّاسِ خَلْقًا وَّ خيرُهُم فى الخُلقِ.

یہ متبرک تالیف عشق ومحبت نبوی میں ڈوب کر لکھی گئی ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ طریقت کے سالکین اس کو ورد میں رکھیں تا کہ ایک طرف ان کو درود پڑھنے کا ثواب حاصل ہو تو دوسری طرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارکہ قد وقامت، لب و عارض، زلفِ مشکیں، چشم نرگسیں، روئے انور، رفتار وگفتار، خلق ومروت، شفقت وکرم کا ذکر بار بار پڑھتے رہنے سے آئینۂ دل پر تصویر ایسی مکمل ہوجائے کہ ''جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی۔'' کا مصداق ہو۔ محبت رسول شریعت میں مطلوب ومقصود ہے اور محبت وعشق کی وارفتگی تقاضا کرتی ہے کہ محبوب ازلی صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بات کوئی ادا اور حسن صورت کا کوئی گوشہ محبت کرنے والوں سے چھپا نہ رہے، تابعین جو جمال رسالت کا مشاہدہ نہ کر سکے تھے یا وہ اصحاب جو عہد نبوی میں بہت کمسن تھے اور چہرۂ انور کے نقوش ان کے ذہنوں میں خوب واضح نہیں تھے معمر اصحاب سے کرید کرید کر پوچھتے تھے، آتش عشق نبوی کے سوختہ دل اصحاب بڑے انشراح کے ساتھ اک اک تفصیل جمال بے مثال نبوی کی بیان کرتے تھے۔ بعض اصحاب تو اوصاف نبوی صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم بیان کرنے میں مشہور تھے۔ ان کو لوگ وصاف النبی کہتے تھے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائل و شمائل خوب اچھی طرح بیان کرنے والے۔

شرک و بدعت کے خود ساختہ نظریات جس شدت کے ساتھ منظم طور پر پھیلائے گئے اور سلف صالحین پر سب وشتم کا سلسلہ جاری کیا گیا اور سلف کے معمولات پر شرک و بدعت کے فتوے جاری کئے گئے اس سے اولیاء اللہ کی طرف سے تو بدگمانی پھیلی ہی، حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عقیدت و عظمت بھی بری طرح مجروح ہوئی۔ عوام تو حلیۂ نبوی سے واقف ہی نہیں ہیں۔ خواص کا طبقہ بہت حد تک اس سے بے نیاز ہے۔ جب علماء ہی بے نیاز ہوں تو عوام کو کون بتائے کہ احادیث کی کتابوں میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں کے ساتھ آپ کی شکل وصورت کی بھی ایک ایک تفصیل محفوظ ہے۔ اور آپ کی سیرت طیبہ کی پیروی کے ساتھ آپ کی ذات گرامی سے تعلق بھی، کمال ایمان کے لئے لازمی اور ضروری ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محض ظاہری اور قانونی (شرعی) تعلق کو کافی سمجھ لیا گیا، قلبی اور روحانی تعلق کو جو شخصیت سے گہری وابستگی کے بغیر حاصل نہیں ہوتا، غیر ضروری سمجھ لیا گیا۔ پڑھا لکھا طبقہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے عقیدت وعشق کا اظہار کرنے سے دانستہ گریز کرتا ہے۔ شعوری یا غیر شعوری طور پر، تعلیم یافتہ طبقہ اس کو جاہل عوام کا طریقہ سمجھتا ہے۔ راقم الحروف یہ لکھنے میں کوئی جھجھک نہیں محسوس کرتا۔ یہ بات صد فی صد درست نہ سہی پچاس فیصد تو یقیناً درست ہے۔ اس بات کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے کہ اتباع وعمل کی بات تو معیاری سمجھی جاتی ہے اور عشق و محبت اور احترام وعقیدت رسول کی بات، فرسودہ سمجھ کر نظر انداز کی جاتی ہے جب کہ دونوں باتیں اہمیت رکھتی ہیں۔ ذات رسالت سے تعلق و وابستگی دین کی بنیاد ہے اور اس میں دوام و استحکام آپ کو خوب یاد کرنے سے ہی حاصل ہوسکتا ہے۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی است

(جاری)

لیلۃ القدر

ابوالبجت فضل رسول محمد الجعفری القادری

لیلۃ القدر ماہ رمضان المبارک کی تمام برکتوں اور نعمتوں میں عظیم ترین نعمت ہے جس سے امت کے اہل ہمت اور اصحاب صدق و معرفت ہر سال فیضیاب ہو سکتے ہیں۔قرآن کریم میں اس رات کا ذکر انتہائی اہمیت کے ساتھ کیا گیا ہے اور قرآن کریم کی ایک مختصری سورۃ صرف شب قدر ہی کے تعارف اور خصوصیات بیان کرنے کے لئے نازل کی گئی ہے جس کا نام بھی سورۂ قدر ہے۔ ارشاد ربانی ہے :

اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَا اَدْرٰكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝ سَلٰمٌ ۛ هِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝

”ہم نے قرآن کو قدر کی رات میں اتارا، لیلۃ القدر کیا ہے؟ لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے، اس رات فرشتے اور روح القدس اترتے ہیں اپنے پروردگار کے حکم سے، ہر امر خیر کے لئے سلامتی (ہی سلامتی) ہے، وہ رہتی ہے طلوع فجر تک۔“

اس آیت کریمہ میں شب قدر کی پہلی خصوصیت یہ بیان کی گئی کہ اس میں قرآن اتارا گیا، قرآن آسمانی کتابوں میں سب سے آخری اور جامع کتاب ہے جس میں انسانوں کے لئے ایک مکمل اور دائمی ضابطۂ حیات ہے،نفوس انسانی کی ہدایت و اصلاح کے لئے اب کوئی دوسری کتاب نازل نہیں ہو گی، سنت الہیہ یہ ہے کہ کتابیں ہمیشہ پیغمبروں پر اتاری جاتی ہیں جو اپنی قوم میں سب سے زیادہ ممتاز اور اپنے عہد میں تمام انسانوں سے افضل و برتر ہوتے ہیں۔ اس لئے ضروری تھا کہ ہدایت کی سب سے

آخری اور سب سے افضل کتاب جس شخصیت پر اتاری جائے وہ انبیاء و مرسلین کی پوری جماعت میں سب سے افضل ہو، اس کی ذات میں تمام کمالات منتہائے عروج پر ہوں، پوری انسانی تاریخ میں وہ اپنی سیرت و شخصیت اپنے اوصاف و کمالات اور اپنے اخلاق و کردار میں بے نظیر ہو، نہ پہلے اس جیسا کوئی ہوا ہو اور نہ آئندہ کبھی اس کا مماثل پیدا ہو سکے۔ چنانچہ دست قدرت نے ایسا جو شاہکار تیار کیا وہ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت گرامی میں جلوہ گر ہوا جن کی آمد کی بشارتیں ان کی پیدائش سے صدیوں پیشتر سے دی جاتی رہی تھیں، تنہا آپؐ کی ذات میں تمام نبیوں کے کمالات جمع کر دیئے گئے۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضاداری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہاداری

آپؐ ہی اس کے اہل ہوئے کہ سلسلۂ نبوت کی آپؐ پر تکمیل اور اختتام ہو اور آپؐ ہی کا یہ حق تھا کہ تمام فضائل و کمالات اور شرف و منزلت کی آپؐ پر انتہا ہو اور آپؐ ہی کے لئے لائق و مناسب تھا کہ قرآن جیسی عظیم کتاب آپؐ پر اتاری جائے۔ چانچہ آپؐ پر نزول قرآن کا سلسلہ تیئس برسوں تک جاری رہا اور تکمیل تک پہنچا۔

دوسری طرف نزول قرآن کی اہمیت کے پیش نظر یہ بھی ضروری تھا کہ ماہ و سال کے شب و روز میں اس کے لئے ایسی عظیم اور مبارک ترین ساعت منتخب و متعین کی جائے جو کتاب عظیم کے شایانِ شان بھی ہو اور خیر و برکت کے اعتبار سے امت مسلمہ کے لئے نعمت عظمیٰ بھی ہو۔ ایسی مبارک و مسعود ساعت لیلۃ القدر ہی ہو سکتی تھی اس لئے لیلۃ القدر میں قرآن کریم کا نزول ہوا۔

مفسرین نے لیلۃ القدر میں نزول قرآن کا دو مفہوم بیان کیا ہے۔ ایک یہ کہ لیلۃ القدر میں حضرت رسالت پناہ پر نزول قرآن کی ابتداء ہوئی یا یہ کہ لیلۃ القدر میں قرآن لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر اتارا گیا اور پھر وہاں سے تھوڑا تھوڑا رسولؐ اکرم پر اتارا جاتا رہا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی رمضان المبارک کے آخر عشرے کی کسی طاق رات میں ہی نازل ہوئی۔ لیلۃ القدر کی اہمیت ان الفاظ میں بیان کی گئی کہ تم کو کیا معلوم کہ لیلۃ القدر کیا ہے؟ لیلۃ القدر ہزار مہینے سے بہتر ہے۔ یہاں تحدید کے طور

پر ہزار مہینے بھی مراد ہو سکتے ہے اور ہزار مہینہ بول کر عرب کے محاورے کے مطابق کثرت بھی مراد لی جاسکتی ہے۔ اگر ہزار مہینے سے کثرت مراد لی جائے تو شب قدر کی فضیلت حد شمار سے باہر ہوگی اور مفہوم یہ ہو گا کہ شب قدر سارے زمانے سے افضل ہے، ہزار مہینے کی متعین مدت مراد لینے میں بھی شب قدر کی غیر معمولی فضیلت ثابت ہوتی ہے کیونکہ ہزار مہینے تراسی سال کے برابر ہوتے ہیں۔ یہ بڑی اہم بات ہے کہ چند گھنٹوں کی ایک رات جس کو ہم سو کر بآسانی گزار دیتے ہیں، خیر و برکت میں تراسی سال کی طویل مدت سے بڑھ کر جس میں انسان ایک آشوب عہد سے گزر کر لب گور ہو جاتا، جسے قدر کی ایک رات نصیب ہوگئی اس نے تراسی سال کی عبادت کے اجر و ثواب سے بھی زیادہ اجر و ثواب حاصل کر لیا اور اس شخص کی خوش بختی کا کیا کہنا جسے قدر کی کئی راتیں مل جائیں، وہ ہزار سال کی عمر پا کر بھی اتنی فضیلت حاصل نہیں کر سکتا۔

اس مبارک رات کو لیلۃ القدر کیوں کہا گیا؟ مفسرین نے اس کی کئی وجہیں لکھی ہیں، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کو لیلۃ القدر اس لئے کہتے ہیں کہ اس رات میں قضا و قدر کے فیصلے ہوتے ہیں یعنی سال بھر میں پیش آنے والے تمام واقعات اسی شب میں متعین ہوتے ہیں اور ان پر تقدیر الٰہی کی مہر ثبت کر دی جاتی ہے۔ دنیا میں اسی کے مطابق حالات پیش آتے ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس رات عالم بالا سے فرشتے اس کثرت سے اترتے ہیں کہ زمین تنگ ہو جاتی ہے اور گنجائش نہیں رہتی، قرآن میں قدر کے معنی تنگی کے بھی آئے ہیں۔ تیسری وجہ امام زہری اور امام رازی صاحب تفسیر کبیر یہ بیان فرماتے ہیں کہ اس رات کو لیلۃ القدر اس لئے کہتے ہیں کہ اس شب میں صالحین کی اور ان کے اعمال حسنہ کی اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کے نزدیک بڑی قدر و منزلت ہوتی ہے، بعض عارفوں کا قول ہے کہ اس کو لیلۃ القدر اس لئے کہتے ہیں کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ نے ایک قابل قدر کتاب، قابل قدر امت کے لئے صاحب قدر رسول کی معرفت نازل فرمائی۔ اسی لئے قرآن میں یہ لفظ تین بار آیا ہے، مزید یہ بھی کہ اس رات کی قدر کرنی چاہئے۔

اس رات میں رحمت کے فرشتے کثرت سے اترتے ہیں۔ روح سے بعض مفسرین

کے نزدیک حضرت جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں اور بعض مفسرین کے نزدیک ارواح صالحین مراد ہیں، بہرحال ملائکہ اور روح کا نزول اس شب میں اہل زمین کے لئے باعث رحمت ہوتا ہے، انوار وتجلیات ربانی سے فضا اس قدر منور رہتی ہے کہ اس کے اثر سے ہر امر خیر کے لئے اس رات سلامتی ہی سلامتی ہوتی ہے، شب قدر کی برکتیں رات کے کچھ حصوں میں ہی محدود نہیں ہوتیں بلکہ غروب آفتاب سے طلوع فجر یعنی صبح صادق تک اس کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

لیلۃ القدر کے تعین میں مختلف اقوال ہیں۔ بعض قول کے مطابق پورے سال میں یہ رات ایک بار آتی ہے۔ بعض علماء کا قول ہے کہ پورے رمضان میں کوئی ایک رات ہے۔ لیکن زیادہ اتفاق اس پر ہے کہ رمضان کے آخر عشرے کی کوئی طاق رات ہے۔ صحیح مسلم کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخر عشرے میں شب قدر کے حصول کے لئے اعتکاف فرماتے تھے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ کا بیان ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ آخر عشرے کی ہر طاق رات میں اس کو تلاش کرو۔ ترمذی کی روایت میں زیادہ وضاحت ملتی ہے کہ لیلۃ القدر رمضان کی اکیسویں، تیئسویں، پچیسویں، ستائیسویں اور انتیسویں راتوں میں کوئی ایک رات ہے۔ ترمذی میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخر میں خصوصیت کے ساتھ شب بیداری کا زیادہ اہتمام فرماتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیت کو آخر عشرے کی راتوں میں عبادت کے لئے جگاتے تھے۔

احادیث و آثار کی روشنی میں آخر عشرے کی پانچ طاق راتوں میں سے اسی ایک رات میں لیلۃ القدر کے پائے جانے میں اکثریت کا اتفاق ہے۔ اب رہی یہ بات کہ ان پانچوں راتوں میں کون سی رات لیلۃ القدر ہے؟ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی کوئی روایت منقول نہیں ہے البتہ مسلم کی روایت کے مطابق آپؐ نے ایک بار فرمایا کہ میں نے شب قدر پائی تھی لیکن میں بھول گیا کہ وہ کون سی رات شب تھی، اور وہ آخر عشرے کی کوئی طاق رات تھی۔

بعض صحابہؓ لیلۃ القدر کا تعین اس کی علامتوں کی بناء پر کرتے تھے۔ چنانچہ مسلم کی

روایت میں بعض صحابیؓ سے منقول ہے کہ لیلۃ القدر اکیسویں شب ہے۔ اسی طرح بعض صحابیؓ کا خیال تھا کہ تیئسویں شب لیلۃ القدر ہے۔ مشہور صحابی حضرت ابی ابن کعبؓ حلفاً فرماتے تھے کہ لیلۃ القدر ستائیسویں شب ہے۔ ان سے کہا گیا کہ عبداللہ بن مسعود تو کہتے ہیں کہ جس نے سال بھر شب بیداری کی اس نے لیلۃ القدر پا لیا۔ انہوں نے کہا کہ عبداللہ بن مسعود کو بھی معلوم ہے کہ شب قدر ستائیسویں شب ہے مگر انہوں نے اس کا اظہار اس لئے نہیں کیا کہ لوگ صرف اسی شب پر بھروسہ نہ کرلیں اور باقی راتیں عبادت سے خالی رہیں۔ حضرت ابی ابن کعب سے پوچھا گیا کہ آپ کیسے کہتے ہیں کہ لیلۃ القدر ستائیسویں شب ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ان علامتوں کی بناء پر جو مجھ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی ہیں۔ وہ علامت یہ ہے کہ صبح جب سورج طلوع ہوگا تو اس کی شعاعیں بہت ہلکی رہیں گی۔

بعض عارفوں نے شب قدر کی یہ علامت بتائی ہے کہ اس رات عبادت و اطاعت کی طرف طبیعت مائل رہے گی، دل پر رقت اور خشیت طاری رہے گی اور بہت سکون محسوس ہوگا۔

غرضیکہ لیلۃ القدر نہ صرف صالحین و عارفین کے لئے بلکہ ہم گنہگاروں کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے۔ ہم کو چاہئے کہ اس شب کی قدر کریں، نوافل و تلاوت، دعا و استغفار میں اس کو گزاریں تاکہ ہماری بھی عنداللہ قدر و منزلت ہو۔

☆☆☆☆

قارئین کی خدمت میں جنوری سے ''لوح و قلم'' کے بجائے ''المجیب'' پیش کیا جائے گا۔

خانقاہ مجیبیہ کی علمی خدمات

(ایک طائرانہ نظر)

جناب ڈاکٹر حافظ فضل کبریا صدیقی،
صدر شعبۂ عربی، پٹنہ یونیورسٹی، پٹنہ۔

یہ گرانقدر مقالہ دارالعلوم مجیبیہ کے رسم دستار فضیلت و تقسیم اسناد کے موقع پر مورخہ ۲۸ر جمادی الاول ۱۴۲۲ ہجری مطابق ۱۹راگست ۲۰۰۱ء بروز اتوار بحضر علماء و مشائخ بمقام خانقاہ مجیبیہ پڑھا گیا۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صوبہ بہار کی یہ سعادت و نیک بختی ہے کہ اس کے حدود میں ایک چھوٹا مگر فائق و ممتاز اور محسن قصبہ پھلواری کے نام سے آباد ہے۔

میں نے اس قصبہ کو محسن کی صفت کے ساتھ ایک خاص حقیقت کے پیش نظر متصف کیا ہے اس لئے کہ لفظ احسان عام مفہوم میں عوام کے درمیان بھلائی کرنے کے معنی میں رائج ہے لیکن اہل علم و عرفان کی زبان میں احسان خدا کے صالح بندوں کی صالحیت کی آخری منزل ہے۔ جہاں خدا اور بندہ کے درمیان کے حجابات تلاوت آیات قرآنی اور تزکیۂ نفس کے ذریعہ زائل ہو جاتے ہیں اور بندہ اپنے خالق و مربی کی قربت

سے مشرف ہوتا رہتا ہے۔

چونکہ اس قصبہ کو یہ خصوصیت رہی ہے کہ یہ اپنے اھالیوں اور اھالیوں کے ذریعہ خارجی آبادی کو بھی احسان کی منزل دکھلاتا رہا ہے اس لئے اصطلاحی زبان میں اسے محسن یعنی احسان کی منزل تک لے جانے والا کہا جا سکتا ہے۔

تاریخی اعتبار سے پھلواری کی علمی، عرفانی اور احسانی دور کا باضابطہ آغاز حضرت خواجہ امیر عطاء اللہ جعفری کے قدوم میمنت سے ہوتا ہے، اب ایک مثقف خاندان سے نسبت رکھتے ہیں۔ دسویں صدی ہجری کے اوائل میں دہلی سے پھلواری تشریف لائے اور منزل احسان کی مرکزیت کی عطر بیزی پا کر یہیں کے ہو رہے۔ آپ ظاہری منصب کے اعتبار سے شاہ ہمایون کے وزیر تھے تو باطنی منصب کے لحاظ سے ان ولیوں میں تھے جن کے متعلق قرآنی مژدہ ہے کہ انہیں دونوں جہان میں نہ کوئی خطرہ ہے نہ غم۔

آپ نے تقریباً ۹۵۶ ہجری میں سنگ سرخ کی ایک مسجد بنوائی جو سنگی مسجد کے نام سے مشہور ہے لیکن صرف مسجد کی تعمیر سے ان کی سیرابی نہیں ہوئی۔ اسی پر اکتفا نہیں کیا، اس لئے کہ ان کا دل علوم اسلامیہ کی روشنی سے جگمگا رہا تھا اور عربی زبان و ادب کے نشر کا پوشیدہ عشق ان کے سویداء قلب میں شعلہ زن تھا اور اس لگن نے ان کا اس طرح احاطہ کر رکھا تھا جیسے چراغ کی شعاعیں جلتے چراغ کا احاطہ کئے رہتی ہیں۔

”كأن عشق اللغة العربية و نشرِها قد احاط به احاطة الشعاع بالمصباح المتقد.“

اور وہ علوم اسلامیہ کے انتشار و ازدھار کے ذرائع کی فکر میں اس طرح محو ہوئے جس کی کیفیت کو ہم حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اس شعر کے ذریعہ ادا کر سکتے ہیں۔

فدع هذا و لكن مَنْ لطيف يؤَرّقني اذا ذهب العشاء

طیف اس خیال اور فکر کو کہتے ہیں جو انسان کے ذہن میں بار بار آتا رہتا ہے اور اسے بے چین کر دیتا ہے۔ جسے انگریزی میں Haunting Idea سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

چنانچہ آپ نے اسی مسجد کے ایک حصہ میں علوم اسلامیہ اور عربی زبان و ادب کی نشر و تربیت کی خاطر ایک مدرسہ قائم کیا اور ملاّ فصیح الدین جعفری کو اس مدرسہ کا پہلا استاد مقرر کیا اور یہی وہ بنیادی نقطہ ہے جہاں سے پھلواری علم خیزی اور معرفت بینزی کی خدمت انجام دیتا رہا اور علم و معرفت کی مجلسیں سجانے والوں اور قوم و ملت کی خدمت کرنے والوں کی کھیپ تیار کرتا رہا۔

لیکن قانون فطرت کا یہ ایک بنیادی نظام ہے کہ جب لوگوں پر تاریک راتیں چھا جاتی ہیں تو نجوم و کواکب راہبوں کی قندیلوں کا کام کرتی ہیں، پھر جب روشن آفتاب اپنے برج حمل سے نکل کر سلوری شعاعوں سے دنیا کو روشن کر دیتا ہے تو نجوم کی چمک ماند پڑ جاتی ہے اور کواکب کی روشنی دھیمی ہو جاتی ہے کچھ اس طرح کی کیفیت قصبہ پھلواری کی فضا میں اس وقت نظر آتی ہے جب حضرت خواجہ امیر عطاء اللہ کے چھوٹے صاحبزادے امیر محمد حسین کی اولاد میں سماء علم وعرفان کا آفتاب حضرت تاج العارفین شاہ مجیب اللہ قدس سرہٗ اپنی پوری جلوہ سامانی کے ساتھ ظہور پذیر ہوئے۔

آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے شیخ حضرت خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہٗ سے پائی لیکن علم وعرفان کی پیاس وہ پیاس ہے جو بجھائے نہ بجے۔ آپ نے اپنے استاد و مربی سے اجازت لے کر بنارس کا رخ کیا۔

ان العلى حد ثتني و هي صادقة　　　فيما تحدث أن العز في النقل

عزت و بلندی تو نقل و حرکت اور وطن سے دوری میں مضمر ہے۔ آپ نے بنارس میں صاحب مقامات اویسیہ حضرت مولانا سید وارث رسولنما بنارسی قدس اللہ سرہٗ سے بقیہ درسیات کی تکمیل کی نیز باطن کی شش جہات کی پختگی کے بعد ۱۱۲۵ ہجری میں اپنے وطن قصبہ پھلواری واپس آکر زاویۂ مجیبیہ اور مدرسہ مجیبیہ کی بنیاد ڈالی اور اپنی ذاتی درس و تدریس کے ذریعہ علمی و عرفانی سلسلہ کا آغاز کیا۔ اس راستہ میں عزم ثابت اور قلب صابر کے ساتھ اپنے آب حیات کو قطرہ قطرہ کر کے خرچ کرتے رہے اور پوری جاں فشانی نیز تھکا دینے والی مشقتوں کے ساتھ مخلوقِ خدا کی ظاہری اور باطنی چول سیدھی کرتے رہے اور تشنگانِ علم کی سیرابی میں منہمک رہے یہاں تک کہ آپ کی تدریسی

خدمت کی برکت سے اس خانوادہ کے علماء، ذاکرین، صلحاء لعد متقین کی ایک خاصی تعداد ارض پھلواری کی پشت کی زینت بن گئی نیز غیر وطنی افراد بھی زاویۂ و مدرسہ مجیبیہ کے فیض سے عوامی خدمت کے لائق بنتے رہے۔ لیکن جب احسان کی مختلف منزلوں کے اتار چڑھاؤ کی وجہ سے مدرسہ کی تدریسی خدمت میں خلل پڑنے کے خطرہ کو محسوس کیا تو حضرت تاج العارفین نے اپنے خاص عزیز حضرت ملا وحید الحق ابدال کو مدرسہ مجیبیہ کا صدر مدرس مقرر فرما دیا اور مدرسہ اپنی پوری شان کے ساتھ چلتا رہا۔

چنانچہ عربی میں نعتیہ کلام از عبداللہ عباس ندوی کے تعارف و پیش لفظ میں حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمتہ اللہ علیہ حضرت تاج العارفین کے خانوادہ کے سلسلہ میں رقم طراز ہیں:

''پھلواری شریف کے اس خانوادہ کی بنیاد ہی عشق پر پڑی تھی، حضرت تاج العارفین حضرت سید رسولنما بنارسی کے خلیفہ اجل اور مرید با اختصاص تھے۔ اس خانوادہ میں ہر دور میں عارفین کاملین اور محبین صادقین پیدا ہوتے رہے ہیں۔ اس خاندان میں ریاضت شاقہ، اذکار و اشغال کے ساتھ ساتھ شاعری اور کم سے کم سخن فہمی اور سخن شناسی کا ذوق متوارث رہا ہے۔''

اس طرح حضرت تاج العارفین کا اپنے خونِ جگر سے سینچا ہوا مدرسہ مجیبیہ تعلیمی و تدریسی، تصنیفی و تالیفی نیز عوامی خدمات کو انجام دیتا ہوا ترقی وعروج کی اعلیٰ بلندیوں پر اس دور میں داخل ہوا جب قانون فطرت کے نظام نے ۱۳۰۹ ہجری میں زمامِ امر حضرت شاہ بدرالدین قدس سرہٗ کے ہاتھوں میں منتقل کر دیا۔ آپ نے مدرسہ مجیبیہ کی خدمت کی ابتداء علوم تفسیر کی تدریس سے کی، پھر کیا تھا تقدم و ترقی کی طرف بڑھتا ہوا یہ ادارہ اس گھنے باغ کی طرح ہو گیا جس کے سایوں سے ہم لوگ ٹھنڈک محسوس کرتے ہیں اور جس کی شاخوں کو جس طرح چاہتے ہیں جھکا دیتے ہیں اور جس کے گل و گلاب کو جس طرح چاہتے ہیں توڑ لیتے ہیں۔ ''فاصبحت هذه المدرسة مثل الروضة الغنا التى نتفيأ ظلا لها و نهصر اغصانها و نقطف مانشاء من ورودهاوريا حينها۔''

اس دور کا یہ محسن قصبہ کتنا سعید وخوش بخت ہے کہ علماء، صلحاء، انشاء نگار اور شعراء کی ان کثیر جماعت کی پرورش کا سہرا اپنے سر لئے ہوئے ہے جنہوں نے عربی و فارسی زبان و ادب کی نثری وشعری خدمات کو انجام دیا اور عوام الناس کی ظاہری و باطنی اصلاح کی خدمت بھی ساتھ ساتھ چلتی رہی اور آج تک زاویہ مجیبیہ کے مصباح سجادہ کو روشن رکھنے والی انسانیت نواز اور خدا کی ہر طرح کی مخلوق کے ساتھ احسان کرنے والی شخصیتیں اس محسن قصبہ پھلواری کے ایک گوشہ میں جلوہ افروز ہو کر قلب صابر کے ساتھ مدرسہ مجیبیہ کے ذریعہ تعلیمی، تدریسی، تالیفی و تصنیفی نیز عوامی وخواصی خدمات انجام دیتے چلے آرہے ہیں۔

اور آج بھی موجودہ زیب سجادہ کی روشن ضمیری وسرپرستی نیز ارشادی پیش رفت کے جلو میں اپنے اسلاف کی زندہ مثال بن کر زاویہ و مدرسہ مجیبیہ تعلیمی تقدم کی طرف گامزن ہے اور ایک زندہ دل ومخلص فرد کی اہتمامی انفرادیت کی نگرانی مدرسہ کے شعبۂ حفظ کے فارغین نیز ان کی فاتحہ فراغ کے ذریعہ اس شعبہ کی رسوخیت وپختگی کو رشک محفل بنا رہی ہے۔

ایها السادة الکرام : زاویہ و مدرسہ مجیبیہ اپنی ابتدائی اساس سے لوگوں کو وجودِ حیات کے حقیقی مفہوم سے آشنا کراتا رہا ہے اس لئے کہ زندگی کے وجود کا مفہوم ہرگز یہ نہیں ہے کہ انسان اپنے لئے ایک سرنگ تیار کرے جس کا ایک سرا اس کا گہوارہ ہو اور دوسرا سرا قبر ولحد ہو پھر وہ اس میں اس طرح رینگتا رہے کہ نہ اسے کوئی نگاہ دیکھ سکے اور نہ اس کے رینگنے کی آواز کانوں کو سنائی دے۔ یہاں تک کہ وہ اپنی آخری منزل لحد میں پہنچ جائے جس طرح ہوام وحشرات الارض اور شکم کے بل رینگنے والے جانور کیا کرتے ہیں بلکہ زندگی کی حقیقت تو یہ ہے کہ وہ کانوں کو کھلی رکھے، نگاہوں کو اپنی طرف مبذول کرے، دلوں کے تاروں کو جھنجھوڑ کر رکھ دے، خاموش زبانوں کو بھڑکا دے، سوئے ہوئے قلم کو بیدار کر دے اور نیک افراد کے دلوں میں الفت ومحبت کی آگ کو شعلہ زن کر دے۔

محترم سامعین، زاویۂ مجیبیہ اپنی تعلیمی خدمات کے ذریعہ انسانیت کی ایسی جماعت کی

تیاری و تربیت اور خدمت میں لگا ہوا ہے جو اگر اپنے لئے احسان کی راہیں ہموار کر رہا ہے تو دوسروں کو بھی احسان کی منزل کی طرف راستہ دکھلا رہا ہے۔ اس لئے کہ انسان کی نوعتیں تو الگ الگ ہیں جیسا کہ عربی زبان و ادب کے ایک ماہر ادیب مصطفیٰ لطفی منفلوطی نے اپنی کتاب النظرات المجلد الاول میں لکھا ہے کہ کچھ انسان تو وہ ہوتے ہیں جو دوسروں کے ساتھ اس غرض و مقصد سے احسان کرتے ہیں کہ اس احسان کے ذریعہ اسے اپنا تابع فرمان اور غلام بنائے رکھیں۔ ایسے انسان جابر و ظالم ہیں جو احسان کا مفہوم صرف یہ سمجھتے ہیں کہ اس کے ذریعہ انسانوں کو اپنا غلام بناتا رہے۔ دوسری قسم انسان کی وہ ہے جو صرف اپنے ساتھ بھلائی کرتا ہے اور دوسروں کا بھلا نہیں چاہتا۔ ایسا انسان خسیس و کلبی صفت رکھنے والا ہے جسے اگر یقین ہو جائے کہ بہتا ہوا خون سونے کی اینٹوں میں تبدیل ہو جائے گا تو ساری انسانی برادری کو ذبح کر ڈالے۔ تیسرے قسم کا انسان وہ ہے جو نہ اپنے ساتھ بھلائی کرتا ہے نہ دوسروں کے ساتھ، ایسا انسان بخیل و احمق ہے جو اپنے شکم کو بھوکا رکھتا ہے لیکن اپنے صندوق و خزانے کو سیراب کرتا رہتا ہے۔

لیکن چوتھے قسم کا انسان وہ ہے جو اپنے ساتھ بھی احسان کرتا ہے اور دوسروں کو بھی احسان میں شریک رکھتا ہے۔ اور یہ چوتھے قسم کا انسان وہی ہے جس کی تلاش و جستجو میں ایک یونانی فلسفی (Deogeen) دن کی رشنی میں چراغ لے کر گھوم رہا تھا، اس سے پوچھا گیا کہ دن کی روشنی میں چراغ لے کر کیا کر رہا ہے تو اس نے جواب دیا کہ انسان کی تلاش کر رہا ہوں۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ زاویۂ و مدرسۂ مجیبیہ زندگی کے حقیقی مفہوم کی تعلیم و تدریس کے اپنے مشن (Mission) میں پوری طرح کامیاب رہا ہے اور انشاء اللہ تا قیامت کامیاب رہے گا۔

زاویہ و مدرسہ مجیبیہ پایندہ باد، مصباح سجادہ روشن باد
طلبہ و متوسلین زندہ وخوش باش۔
والسلام علیکم ورحمتہ اللہ
شکراً

نہیں ممکن امیری بے فقیری

جناب محمد بدیع الزماں، ریٹائرڈ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ،
ہارون نگر، فرسٹ سیکٹر، پھلواری شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس مضمون کا عنوان ''بالِ جبریل'' کی درجِ ذیل رباعی کے ایک شعر کا مصرعہ ہے۔

نہ مومن ہے نہ مومن کی امیری
رہا صوفی گئی روشن ضمیری
خدا سے پھر وہی قلب و نظر مانگ
نہیں ممکن امیری بے فقیری

اقبال کے کلام میں ''امیری'' اور ''فقیری'' دونوں الفاظ سے مشتق اصطلاحیں ہیں۔ ان دونوں اصطلاحوں سے ایک ساتھ اقبال کے کلام میں کل چار اشعار ہیں جن میں ایک متذکرہ بالا شعر بھی ہے۔

''امیری'' سے اقبال کی مراد خلافتِ الٰہیہ ہے جس کے لئے ایمان اور عمل صالح شرط ہے، جیسا کہ قرآن مجید کی سورۃ النور کی درج ذیل آیت ۵۵ میں فرمایا گیا ہے:

''اللہ نے وعدہ فرمایا ہے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ وہ ان کو اسی طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا ہے۔ ان کے لئے اس دین کو مضبوط بنیادوں پر قائم کر دے گا جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں پسند کیا ہے اور ان کی (موجودہ) حالتِ خوف کو امن سے بدل دے گا۔ بس وہ میری بندگی کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک

نہ کریں اور جو اس کے بعد کفر کرے تو ایسے ہی لوگ فاسق ہیں۔" (سورہ نور، آیت ۵۵)

جہاں تک "فقیری" کا سوال ہے اس سے مراد "شانِ فقر" ہے جس پر عمل صالح موقوف ہے۔ اقبال کے یہاں "فقیری" ایک علم ہے۔ "ضرب کلیم" کی نظم "محراب گل افغان کے افکار" کے پندرہویں بند میں کہتے ہیں۔

آدم کا ضمیر اس کی حقیقت پہ ہے شاہد
مشکل نہیں اے سالکِ رہ علم فقیری

اقبال کے یہاں "فقیری" اس لئے علم ہے چونکہ اس کی حقیقت کا شاہد ہر شخص کا ضمیر ہے۔ "علم فقیری" کی شہادت ہر انسان کے ضمیر میں اس لئے ملتی ہے۔ چونکہ خدا خود فرماتا ہے:

"اللہ کسی متنفس پر اس کی مقدرت سے بڑھ کر ذمہ داری کا بوجھ نہیں ڈالتا۔"

(البقرہ، آیت ۲۸۶)

"ہم ہر شخص پر ذمہ داری کا اتنا ہی بار رکھتے ہیں جتنا اس کے امکان میں ہے۔"

(الانعام، آیت ۱۵۲)

"ہم کسی شخص کو اس کی مقدرت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔" (المؤمنون، آیت ۶۲)

اس شعر کے پہلے مصرعہ میں انہی آیات کی ترجمانی کی گئی ہے اور اسی لئے اقبال دوسرے مصرعہ میں "علم فقیری" کو مشکل نہیں بتاتے۔

لہٰذا "علم فقیری" عین فطرت کا اقتضا ہے۔ تصوف کی اصطلاح میں "علم فقیری" کا مفہوم "وصول الی اللہ" ہے اور اختیاری ہے۔ یہ وہ حُبِّ ایمانی ہے جو صرف اتباع رسولؐ سے پیدا ہوتی ہے۔

اقبال کا فقیر اپنی ساری جبلی صلاحیتوں اور خوبیوں کو قوتِ فعل میں لاکر بنی آدم کو نیکی کی طرف مائل کر کے ایسا نظام قائم کرتا ہے جو مقاصدِ فطرت کی صرف نگہبانی ہی نہیں کرتا بلکہ فسوں گر یعنی مغربی تہذیب کا محاسب ہو کر لوگوں کو اس تہذیب کے غیر اسلامی نظام سے آگاہی بھی دیتا ہے جیسا کہ اقبال نے اسی نظم کے بیسویں بند کے ان اشعار میں کہا ہے جس فقیری میں انہیں "سرمایۂ سلطانی" نظر آتی ہے۔

فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی
یا بندۂ صحرائی یا مردِ کہستانی
دنیا میں محاسب ہے تہذیب فسوں گر کا
ہے اس کی فقیری میں سرمایۂ سلطانی

اقبال نے 'فقیری' کو بطور اصطلاح متذکرہ بالا شعر کے علاوہ اپنے کلام میں پانچ دیگر مواقع پر استعمال کیا جن میں تین 'بال جبریل' کی غزلیات ۱۲ (دوم)، ۳۴ اور ۴۱ میں ہیں اور ایک اسی مجموعہ کی ایک رباعی میں اور ایک 'ضرب کلیم' کی نظم 'جاوید کے نام' میں ہے۔

زیرِ تجزیہ شعر میں اقبال یہ نقطہ ذہن نشیں کراتے ہیں کہ مسلمانوں کی موجودہ حالت یہ ہے کہ نہ ان میں ایمان کا رنگ باقی ہے اور نہ ان کو دنیا میں سروری اور حکومت حاصل ہے۔ صوفی تو بہت سے موجود ہیں لیکن ان میں روشن ضمیری یعنی روحانیت کی شان نظر نہیں آتی۔ اس لئے اقبال مسلمانوں کو تلقین کرتے ہیں کہ اللہ سے اسی شانِ فقر کے حصول کے لئے دعا کر، جو تیرے اسلاف میں پائی جاتی تھی کیونکہ جب تک تیرے اندر فقیری کی شان پیدا نہ ہوگی تو امیری نہیں کر سکتا۔

اقبال نے اس رباعی میں وہی ''قلب و نظر'' مانگنے کی ترغیب دی ہے جس سے ہمارے اسلاف متصف تھے۔ اقبال کے کلام میں ''قلب و نظر'' ایک عطفی ترکیب ہے جس سے کلام میں، میرے مطالعہ کے مطابق، سولہ اشعار ہیں۔ وہ ''قلب و نظر'' کی زندگی سے کیا مراد لیتے ہیں اس کی تشریح انہوں نے ''بال جبریل'' کی نظم ''ذوق و شوق'' کے پہلے بند کے درج ذیل شعر میں اس طرح کی ہے۔

قلب و نظر کی زندگی دشت میں صبح کا سماں
چشمۂ آفتاب سے نور کی ندیاں رواں

پھر شانِ فقر کو ''قلب و نظر'' سے مربوط کرتے ہوئے ''بالِ جبریل'' کی غزل ۵۹ میں کہتے ہیں۔

فقر کا مقصود ہے عفتِ قلب و نگاہ

اقبال کے نزدیک اسی ''عفتِ قلب و نگاہ'' کی وجہ کر انسان میں مسیحائی اور کلیمی

کے خواص پیدا ہوتے ہیں اور اس پر اسرارِ شہنشاہی کا انکشاف ہوتا ہے۔

'فقر' جس سے لفظ 'فقیری' مشتق ہے طریقت کی ایک اصطلاح جسے اقبال نے قطعی الگ معنوں میں استعمال کیا ہے کیونکہ وہ خود صوفیانہ طریقۂ کار کے من و عن قائل نہیں۔ اقبال کے مطابق شریعت کو پرکھنے اور بہ نظرِ عمیق اس پر عمل کرنے کا نام ہی طریقت ہے۔

پس طریقت چیست اے والاصفات
شرع را دیدن با عماقِ حیات

اقبال فقر کو بہت اونچا درجہ دیتے ہیں۔ فقر کو عام طور پر بیکسی، مسکینی اور مجبوری کے مترادف سمجھا جاتا ہے لیکن اقبال فقر و استغنا سے وہ بے نیازی مراد لیتے ہیں جیسے مادی وسائل کی موجودگی اور غیر موجودگی کا خیال تک نہ ہو۔ ایسے تو اقبال کے کلام میں فقر پر بہت سارے اشعار ہیں مگر فقر کے معجزات پر بسیط روشنی اقبال نے ''بالِ جبریل'' کی غزل ۵۹ میں ڈالی ہے۔

اقبال کے نزدیک فقر کا تعلق مادیت سے نہیں بلکہ روحانیت سے ہے۔ یہ قلب و نگاہ اور روح کی ایک مستانہ ادا ہے جو بڑی دلفریب ہے جس کے جلو میں صدق و اخلاص و نیاز و سوز و درد ہے۔ خالصتاً اصطلاح میں فقر کی قوت اور شوکت دیدنی ہے۔

با سلاطین در فتد مردِ فقیر
از شکوہِ بوریا لرزد سریر

''امیری'' اور ''فقیری'' سے ایک ساتھ انہی معنوں میں تین اشعار اور یہ ہیں:

مرا طریق امیری نہیں، فقیری ہے
خود نہ بیچ، غریبی میں نام پیدا کر

مومن کی اسی میں ہے امیری
اللہ سے مانگ یہ فقیری

غریبی میں ہوں محسودِ امیری
کہ غیرت مند ہے میری فقیری

پہلا شعر ''بالِ جبریل'' کی نظم ''جاوید کے نام'' میں ہے، دوسرا ''ضربِ کلیم'' کی نظم

''جاوید سے'' کا آخری شعر ہے اور تیسرا ''ارمغانِ حجاز'' کی ایک رباعی میں ہے۔

ایک زمانہ تھا جب ہندوستان کی انگریزی حکومت لوہے کے بنے ہوئے ہر قسم کے ہتھیار سے ڈرتی تھی اور سب کے استعمال کے لئے لائسنس لینا پڑتا تھا۔ اس لئے اس زمانے میں یہ پھبتی کسی جاتی تھی کہ ''کنگھی سے بھی ڈرتی ہے سرکار ہماری۔'' مگر جب ۱۹۳۵ء میں حکومتِ پنجاب نے تلوار کو لائسنس سے مستثنٰی کر دیا تو اقبال نے اس پر ''ضرب کلیم'' کی نظم ''آزادیٔ شمشیر کے اعلان پر'' لکھی جو درج ذیل ہے۔

سوچا بھی ہے اے مردِ مسلماں کبھی تو نے
کیا چیز ہے فولاد کی شمشیر جگردار
اس بیت کا یہ مصرع اوّل ہے کہ جس میں
پوشیدہ چلے آتے ہیں توحید کے اسرار
ہے فکر مجھے مصرعِ ثانی کی زیادہ
اللہ کرے تجھ کو عطا فقر کی تلوار
قبضے میں یہ تلوار بھی آ جائے تو مومن
یا خالدؓ جانباز ہے یا حیدرِ کرار

اقبال نے فقر کی تلوار رکھنے والے اسلامی تاریخ کی دو عظیم شخصیتوں کو مثالاً پیش کیا ہے۔ یہ وہی خالدؓ بن ولید ہیں جنہوں نے موتہ کی جنگ میں رومیوں کو شکست دی جس پر رسولؐ اللہ نے آپؓ کے اس کارنامے پر ''سیف اللہ'' کا خطاب آپؓ کو عطا فرمایا۔ دوسری عظیم شخصیت ''حیدرِ کرار'' یعنی حضرت علیؓ کی ہے۔ جنہوں نے اپنی ایمانی طاقت سے یہودیوں کو خیبر میں شکست دی جس پر ''بالِ جبریل'' کی ایک رباعی میں اقبال نے آپؓ کو ''خیبر شکن'' کے لقب سے نوازا ہے۔ اور چونکہ حضرت علیؓ کا لقب ''اسد'' بھی تھا اس لئے ''بالِ جبریل'' کی غزل ۳۴ میں ''فقیری'' کی مثال حضرت علیؓ کی دیتے ہوئے یہ تلقین کرتے ہیں۔

دارا و سکندر سے وہ مردِ فقیر اولیٰ
ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللّٰہی

نعت شریف

جناب ظفرؔ رضوی کاکوی
رضا منزل، دائرہ سہسرام

تمہیں ہو تمہیں وجہ تخلیقِ عالم، سراجاً مُنیرا سراجاً مُنیرا
تمہیں ہو تمہیں حق کے نور مجسم، سراجاً مُنیرا سراجاً مُنیرا

تمہیں یا نبی فخر آدم تمہیں ہو، تمہیں نازش ابن مریم تمہیں ہو
کہ بعد از خدا تم ہو سب سے مقدم، سراجاً مُنیرا سراجاً مُنیرا

غریبوں کے داتا ہو بیکس کے والی، زمانے کے مختار اور پیٹ خالی
غلاموں کے آقا نبی مکرّم، سراجاً مُنیرا سراجاً مُنیرا

مریض الم ہوں دوا چاہتا ہوں، کرم کی نظر ہو شفا چاہتا ہوں
تمہیں ہو مرے دل کے زخموں کے مرہم، سراجاً مُنیرا سراجاً مُنیرا

شفیع اُمم تاجدارِ مدینہ، نکالو بھنور سے خدارا سفینہ
ہے میرے ابھرنے کی امید کم کم، سراجاً مُنیرا سراجاً مُنیرا

مصائب کے گھیرے میں ہیں سب مسلماں، تمہارے سوا کون ان کا نگہباں
بنا دو انہیں پھر مسلماں مسلّم، سراجاً مُنیرا سراجاً مُنیرا

ظفرؔ کی تمنا ہے طیبہ بلا لو، نہیں تاب ہجراں خدارا لگا لو
کہیں نہ نکل جائے حسرت میں یہ دم، سراجاً مُنیرا سراجاً مُنیرا

غزل

جناب سید شاہ محمد طلحہ رضوی برقؔ

صبح کا اقرار ہے وہ یلّلے
شام کا انکار ہے وہ یلّلے

کس طرح ہو آخر اس کا سامنا
اک اُپی تلوار ہے وہ یلّلے

اندر اندر کھا رہا ہے جو تجھے
عشق کا آزار ہے وہ یلّلے

دل خیالِ یار میں ڈوبا کیا
ناؤ یہ منجھدھار ہے وہ یلّلے

نعرۂ یا ھو پہ اک جستِ اسد
میں اِدھر اُس پار ہے وہ یلّلے

ہے سراپا حسن حیرت کا سبب
معدن الاسرار ہے وہ یلّلے

کیسے نکلوں نفس کی بندش سے میں
برسرِ پیکار ہے وہ یلّلے

مانی و بہزاد نے توڑے قلم
کیا عجب شہکار ہے وہ یلّلے

برقؔ صاحب ما سویٰ اللہ کچھ نہیں
نور، نور، انوار ہے وہ یلّلے

غزل

جناب جمال احمد جمالؔ پھلواروی

دل میں گر کوئی واردات نہیں
شاعری لائقِ التفات نہیں

وہ نہیں ہیں تو کائنات نہیں
وہ اگر ہیں تو کوئی بات نہیں

کیوں ہو مسکن کسی کا جز ترے
دل تو کعبہ ہے سومنات نہیں

ہو اگر ذوقِ جستجو حاصل
ذات اس کی بجز صفات نہیں

جان نثاری جو مدعا ٹھہرے
بہرِ تشنہ لبی کوئی فُرات نہیں

دل نے پائی شہادتِ جاوید
اس کی، فکر سنہِ وفات نہیں

بعد مُردن بھی ہے حیاتِ نو
بے ثباتی کو بھی ثبات نہیں

معاملاتِ وفا میں طفلِ دل
ایسا شاطر ہے جس کو مات نہیں

اک تعلق جمالؔ ہے اُن سے
گو کہ ذکرِ تعلقات نہیں

غزل

جناب نعیم صبا،
ہیڈ ماسٹر اسلامیہ اردو مڈل اسکول، پھلواری شریف، پٹنہ

حرص کی جو روشنی ہے آج کل درحقیقت تیرگی ہے آج کل
ہو رہے ہیں حادثوں پر حادثے سہمی سہمی زندگی ہے آج کل
پوچھنے کو بھی نہ آئے گا کوئی ساری دنیا مطلبی ہے آج کل
ہو دعاؤں میں اثر کیسے بھلا؟ نام کی جب بندگی ہے آج کل
حسرتیں سب ڈوب جائیں گی صبا
درد کی امڈی ندی ہے آج کل

برادرِ محترم! سلام وخلوص!!

سہ ماہی مجلّہ ''لوح وقلم'' کا دوسرا شمارہ باصرہ افروز ہوا۔ اس خصوصی شمارے میں آپ نے حضرت اقدس سید شاہ بدرالدین قادری قدس سرہٗ کا مضمون ''اخلاق حمیدہ یا خلقِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم'' شائع فرما کر ہم جیسے لوگوں کے دل و دماغ روشن کر دیئے۔ آج اس طرح کے مضامین جن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حمیدہ پر بھرپور روشنی پڑتی ہو شائع کرنا وقت کی ایک اہم ضرورت ہے۔ حضرت سید شاہ ہلال احمد قادری صاحب نے حضرت سید شاہ بدرالدین قادری قدس سرہٗ کی حیات و تعلیمات کا سیر حاصل جائزہ پیش کیا ہے۔ جمال احمد جمالؔ صاحب کی نعت اور منقبت حضرت رسولنما بناری قدس سرہٗ اور حضرت غوث پاکؓ بھی بہت خوب ہیں۔

اداریۓ میں آپ نے مذہب و ملت کے اہم مسائل پر روشنی ڈالی ہے۔ اداریہ بیباک صحافت کا عمدہ نمونہ ہے۔ آپ کے اس جملے نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے۔ ''اس سے زیادہ باعثِ ننگ کیا بات ہو سکتی ہے کہ فرزندانِ توحید کا شیرازہ بکھر جائے اور اصنام پرست زنار بند اپنی بکھری ہوئی جمعیت مضبوط کر لیں۔''

خدا کرے آپ کے رسالے کی عمر طویل ہو اور یہ ملتِ اسلامیہ کی رہنمائی کرتا رہے۔ (آمین)

فقط
آپ کا مخلص
نجم عثمانی

☆☆☆☆☆☆

عزیز گرامی قدر مولانا شاہ آیت اللہ قادری!

لازالت شموس علمکم و اقبالکم

السلام علیکم ورحمتہ اللہ

سہ ماہی مجلہ ''لوح وقلم'' باصرہ نواز ہوا۔ ماشاء اللہ خوب ہے اور خوب سے خوب تر ہونے کی توقع۔ ماہنامہ ''المجیب'' کے بند ہونے کے بعد ایک زبردست خلاء کا احساس تھا، ہزار شکرِ خدا ''لوح وقلم'' کے اجراء نے اسے پُر کردیا۔

مضامین سنجیدہ علمی نگارشات وقیع اور پُر مغز ہیں۔ تصانیف پر نقد ونظر کا ایک صفحہ نیز غزلیات کے ایک صفحہ کی گنجائش پیدا کی جائے تو اور بہتر ہو۔

فقط والسلام

خاکپائے اولیاء، اشتیاق عالم ضیاء شہباز

☆☆☆☆☆☆☆

عزیز گرامی دودمان و والاشان

سید محمد منہاج الدین مجیبی سلمکم الرحمٰن

سلام ودعائے ترقی حیات وعرفان

امید کہ بعافیت ہوں گے۔

سہ ماہی لوح وقلم کا تیسرا شمارہ بھی ملا۔ مجھے بے انتہا مسرت ہے کہ ''لوح وقلم'' ایک بلند معیار کے ساتھ الحمدللہ کہ مسلسل شائع ہو رہا ہے اور انشاء اللہ یہ تسلسل دیرپا و مستحکم ہو گا۔ المجیب کے بند ہونے کے بعد ایک تحریری خلاء سا محسوس ہو رہا تھا، آپ حضرات کے عزم اور حوصلے نے اسے پُر کیا اور منتظر نگاہوں کی تشنگی دور کی۔

ہر سہ شمارے میں مقالات نہایت اہم ہیں اور شعری حصہ بھی خوب ہے۔ اس بار نسبت اویسی پر جناب حضور کی تحریر نہایت مفید، معتبر اور مستند ہے۔

والسلام والدعاء

فقیر محمد طلحہ رضوی چشتی نظامی برق

☆☆☆☆☆☆

مکرمی آیت اللہ قادری صاحب!

سلام مسنون

آپ سے ایک سیمنار کے دوران کلکتے میں ملاقات ہوئی تھی۔ آپ نے سہ ماہی لوح وقلم جو شمارے بھیجے ہیں، وہ علمی مضامین پر مشتمل ہیں۔ یہ آپ کا رسالہ ایک وقیع رسالہ ہے، جس میں آپ علمی و عرفانی مضامین شائع کر رہے ہیں۔

میں نے اس وقت آپ سے ایک مضمون کا وعدہ کیا تھا جو بدقسمتی سے اس وقت پورا نہیں ہو پایا تھا، لیکن اب ایک مضمون آپ ہی کے ذوق کا پیش خدمت ہے۔

امید ہے کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔

والسلام

شریف حسین قاسمی

☆☆☆☆☆☆

عزیز محترم

سلام و محبت!

لوح و قلم کے دو شمارے بالترتیب نظر نواز ہوئے۔ نظم و نثر دونوں حصے خوب ہیں۔ مضامین شرح و بسط کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔ برادرم مولانا سید شاہ ہلال احمد قادری اور عزیزی آیت اللہ قادری مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اداریئے بھی بیباکانہ اور وقت کی اہم ضرورت کے تحت ہیں۔ برادرم فتح اللہ قادری کی تخمیس بر نعتِ قدسیؒ بے حد پسند آئی۔ برادرم وجہ اللہ قادری عاطفؔ پھلواری کی منقبت بھی خوب ہے۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ حضور مرشد و مولائی کا مضمون 'اخلاص نیت اور بعنوانِ اخلاق حمیدہ یا خلق محمدیؐ' از افادات حضرت فیاض المسلمن قدس سرہٗ خصوصی طور پر ہم متوسلین کے لئے ہدایت کا ذریعہ ہیں۔ دعا گو ہوں کہ آپ کی کوشش کامیاب ہو اور پرچہ ترقی کی منزلوں کو طئے کرتا رہے۔

نیاز مند

ظفر رضوی کاکوی

☆☆☆☆☆☆

عزیزی ودالقدر آیت اللہ سلمہٗ اللہ تعالیٰ

دعائے خیر و رحمت!

خدا کرے آپ، جناب حضور اور آپ کے تمام متعلقین و وابستگان بعافیت و بخیریت ہوں۔ آپ کا سعادت نامہ بصارت افروز ہوا تھا۔ ''لوح وقلم'' کے دو شمارے بھی موصول ہوئے تھے۔ میں تو نوشت وخواند سے بالکل ہی مجبور و معذور ہو چکا ہوں اور اپنی پیرانہ سالی نے بھی مجھے نکما بنا کر رکھ دیا ہے۔ ادھر کچھ دنوں سے بسترِ علالت پر تھا اور جواب پیش کرنے کی کوشش کرتا رہا لیکن خط کسی سے املا نہ کرا سکا۔ خدا کا شکر کہ اب اچھا ہوں تو یہ چند سطریں اپنے چھوٹے لڑکے نصر بلخی سلمہٗ سے لکھوا رہا ہوں۔ تاخیر جواب پر معذرت خواہ ہوں۔ امید ہے کہ مجھے لائقِ عفو و تسامح سمجھیں گے۔

''لوح وقلم'' کے دونوں شمارے بہت پسند آئے۔ یہ خالص دینی شمارے ہیں اور ان دونوں میں جو کچھ میں چاہتا ہوں یعنی تصوف اور طریقت کے مضامین سے معمور ہیں۔ دورِ حاضر میں اور اس وقت ایسے ہی رسالہ کی ضرورت ہے۔ آپ نے بڑی ہمت اور جرأت سے کام لیا ہے کہ بہار جیسی سنگلاخ اور بنجر زمین سے اس طرح کے رسالہ کا اجراء کیا ہے۔ ورنہ صوبۂ بہار سے تو کتنے ہی ادبی اور علمی رسالے نکلتے رہے، مگر ان کی زندگی بہت ہی مختصر رہی۔ اور خود ہی بہار والوں نے ان کی قدر و منزلت نہ کی اور ان رسالوں نے دم توڑ دیا۔ میں دعا کرتا ہوں کہ ''لوح وقلم'' ہمیشہ پائندہ اور تابندہ رہے اور ترقی کی منزل پر گامزن رہے۔ میری تمنا اور خواہش کے مطابق آپ نے یہ رسالہ نکالا ہے اور وہ بھی ہماری خانقاہوں کا ترجمان ہے:

لِلّٰہِ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست
آخر آمد زپسِ پردۂ تقدیر پدید

اس وقت جو نئے نئے رسالے اور پرچے لکھے جا رہے ہیں اور کثرت سے ان کی اشاعت ہو رہی ہے، ان میں صوفیائے کرام پر حملے ہو رہے ہیں اور ان کی خدمات کو فراموش کیا جا رہا ہے بلکہ نعوذ باللہ یہ کہا جا رہا ہے کہ انہوں نے ہندوستان میں

بدعات اور خرافات پھیلائی ہیں۔ تصوف کا مذاق اڑایا جا رہا ہے اور یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ تصوف و طریقت کا قرآن و حدیث سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مجھے اس کے لکھنے میں کوئی جھجک نہیں ہے کہ یہ سارے رسالے اور پرچے جو اردو میں شائع ہو رہے ہیں، جنہیں میں نے خود مطالعہ کیا ہے اور بعض کیسٹ بھی جو میں نے سنے ہیں بمبئی کے راستہ باہر ملکوں سے درآمد کر کے پورے ہندوستان میں پھیلائے جا رہے ہیں اور ان کے لکھنے والے سب اسی ملک ہندوستان کے ہیں۔ جنہیں پوری طرح باہر ملکوں سے امداد مل رہی ہے۔ اب ایسے موقع پر جب کہ پورے زور و شور کے ساتھ جہالت اور حماقت کی آندھیاں ہندوستان میں چلائی جا رہی ہیں، کیا ہمارا یہ فرض نہیں ہے کہ ہم مثبت طور پر ان جاہلوں اور تاریخ سے نابلد لوگوں کو صحیح صورت حال اور تاریخ سے آشنا کرائیں اور مثبت طور پر ان کے اعتراضات کا جواب بھی دیں۔ کیا انہیں نہیں معلوم ہے کہ مستشرقین یورپ نے ہندوستان کے اندر اشاعت اسلام میں صوفیائے کرام ہی کی خدمات کو پیش کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ ان صوفیائے کرام ہی کی وجہ سے ہندوستان میں اسلام پھیلا ہے۔ انہوں نے تو پروفیسر آرنلڈ، نکلسن، ہٹی، ایڈورڈ جی براؤن کا نام بھی نہیں سنا ہوگا کہ انہوں نے کس طرح صوفیائے کرام کی خدمات کو پیش کیا ہے۔ کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ پنجاب کے علاقہ میں حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری لاہوریؒ اور حضرت بہاء الدین ملتانیؒ نے اسلام پھیلایا۔ راجپوتانہ اور پورے وسط ہند میں حضرت خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ نے اسلام کی اشاعت کی۔ مغربی اور جنوبی ہند میں، سندھ اور مارواڑ کے علاقے میں حضرت خواجہ گیسو درازؒ نے لوگوں کو کثرت سے مسلمان بنایا۔ اسی طرح شمالی ہندستان میں دلی، آگرہ اور اودھ کے علاقے میں حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ اور حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے اسلام کی شمع روشن کی۔ اوراسی طرح بہار و بنگال کے علاقے میں حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ اور علاء الحق پنڈویؒ نے اور کشمیر میں حضرت شیخ غلام ہمدانیؒ اور حضرت بلبل شاہؒ نے ہزاروں ہزار لوگوں کو مشرف بہ اسلام کیا۔ ان صوفیائے کرام نے لاکھوں لاکھ غیر مسلموں کو نہ صرف اسلام کی تعلیمات

سے آشنا کیا بلکہ انہیں اسلام کی آغوش میں لے لیا۔ اگر یہ جہلاء ان مستشرقین یورپ کے ناموں اور انگریزی کتابوں سے ناواقف ہیں تو صرف ایک ہی کتاب پروفیسر آرنلڈ کی لکھی ہوئی جس کا نام ''پریچنگ آف اسلام'' ہے اور اس کا اردو ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے، اگر وہی دیکھ لیں تو ان کی آنکھیں کھل جائیں گی۔ تنہا وہ لکھتا ہے کہ صرف حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے ایک لاکھ غیر مسلموں کو مشرف بہ اسلام کیا ہے تو پھر کیا یہ کہنا غلط ہو گا کہ انہوں نے جو اسلام کی روشنی پورے ہندوستان میں پھیلائی، آج انہی کے طفیل اور صدقہ میں ہم اس برصغیر میں زندہ ہیں۔ اور کروڑوں کی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔

ان بدعقلوں اور بے وقوفوں کے اعتراضات صوفیائے کرام کی کتابوں پر بھی ہیں جو یہ آسانی سے کہہ دیتے ہیں کہ یہ ہندو ویدانت ہیں اور قرآن وسنت سے ان کا کوئی رشتہ نہیں ہے۔ ان بدعقلوں اور بے وقوفوں نے کبھی تصنیفات اور تالیفات کو پڑھنا تو درکنار کتابوں کا نام بھی نہیں سنا ہو گا۔ ان کی کیا صلاحیت ہے کہ عربی اور فارسی کتابوں کا مطالعہ کر سکیں۔ ان کا مطالعہ محدود ہے۔ صرف اردو زبان میں جو کچھ لکھا گیا ہے اسی کو پڑھ کر اکتفا کر کے اعتراضات کر بیٹھتے ہیں۔ ہر اہل علم جانتا ہے کہ فتوح الغیب اور غنیتہ الطالبین حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی، کشف المحجوب شیخ علی بن عثمان ہجویری کی، مکتوبات صدی اور شرح آداب المریدین حضرت مخدوم شرف الدین یحییٰ منیری رحمتہ اللہ علیہ کی، کتاب اللمع حضرت شیخ ابونصر سراج کی، فوائد الفواد حضرت محبوب سبحانی نظام الدین اولیاء کی اور عوارف المعارف شیخ شہاب الدین سہروردی کی، مونس القلوب حضرت احمد لنگر دریا بلخی رحمتہ اللہ علیہ کی وغیرہ وغیرہ جو سب کی سب تصوف اور طریقت کے مضامین پر مشتمل ہیں۔ یہ ساری کی ساری کتابیں وہ ہیں جو نہ صرف قرآن وحدیث سے ماخوذ ہیں بلکہ میں یہ صاف صاف کہنے پر مجبور ہوں کہ یہ سب کی سب قرآن پاک اور احادیث شریفہ کی شرحیں اور حواشی ہیں، جن کے اندر صرف اذکار و اشغال بیان کئے گئے ہیں اور ان میں اخلاقیات کے درس ہیں۔

میں پھر آخر میں دعا کرتا ہوں کہ آپ کا یہ رسالہ ''لوح و قلم'' تصوف و طریقت کا سچا ترجمان رہے اور ہمیشہ سرسبز و شاداب رہے۔ میری نیک دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔

دیدۂ سعدی و دل ہمراہ تست

والسلام دعاگو

علیم الدین بلخی ندوی

جاروب کش، خانقاہ بلخیہ فردوسیہ فتوحہ، پٹنہ

☆☆☆☆☆☆☆☆

کوائف و حالات

ادارہ

دارالعلوم مجیبیہ میں سالانہ امتحان اور تعطیل کلاں : دارالعلوم مجیبیہ میں ۵/ شعبان المعظم سے ۱۰/شعبان المعظم تک سالانہ امتحانات ہوں گے۔ جناب مولانا خواجہ عبدالباری صاحب استاد مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ کے زیرنگرانی درجہائے عربی و فارسی اور جناب پروفیسر حافظ فضل کبریا صدیقی صاحب، صدر شعبۂ عربی، پٹنہ یونیورسٹی، پٹنہ کے زیرنگرانی درجات حفظ وقرأت کے امتحانات ہوں گے۔ اس کے بعد دارالعلوم مجیبیہ رمضان المبارک کی طویل چھٹی میں ۱۱/شوال المکرم تک بند رہے گا۔ ۱۲/شوال المکرم سے تعلیم و تدریس کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ مقامی و بیرونی طلبہ کا داخلہ ۳۰/شوال المکرم تک جاری رہے گا۔

معمولات عرس خانقاہ مجیبیہ بماہ شعبان المعظم : یکم شعبان المعظم عرس عمدۃ المحققین سید العلماء حضرت مولانا سیدشاہ احمدی قادری پھلواری قدس سرہٗ دن کو ایک وقت قل اور مجلس ہوتی ہے۔

تاریخ وصال حضرت امان المستجیرین مولانا سید شاہ محمد امان اللہ قادری قدس سرہٗ ۲۶/شعبان المعظم کو بعد نماز عصر برائے ایصال ثواب محفل میلاد منعقد ہوتی ہے۔

۲۸- ۲۹/شعبان المعظم عرس حضرت شیخ العالمین مخدوم سیدشاہ محمد نعمت اللہ قادری پھلواری قدس سرہٗ ۲۸ دن گزار کر شب ۲۹ اور روز ۲۹ کو قل اور مجلس ہوتی ہے۔

معمولات عرس خانقاہ مجیبیہ بماہ رمضان المبارک : عرض حضرت مولائے کائنات سیدنا امیرالمؤمنین علی مرتضیٰ علیہ السلام ۲۰/ رمضان المبارک بعد نماز ظہر زیارت موئے مبارک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و موئے مبارک علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ۔ ۲۰ دن گزار کر شبِ ۲۱ کو قل اور مجلس ہوتی ہے۔

جدول ماہ رمضان

•

ماہ رمضان المبارک میں

افطار و سحر کے صحیح ٹائم ٹیبل

اور

روزہ و عید کے مسائل سے واقفیت بہم پہنچانے کے لئے

دارالعلوم مجیبیہ، پھلواری شریف

کی طرف سے ہر سال جدول تقسیم کئے جاتے ہیں۔

جن لوگوں کے یہاں نام و پتے درج ہیں انہیں ۲۵/شعبان المعظم تک بھیج دیا جائے گا۔

ان کے علاوہ بھی جو صاحب اس کے خواہشمند ہوں وہ ۲۵/شعبان المعظم تک اپنا نام و پتہ بھیج دیں۔ بعد میں تعمیل ممکن نہ ہوگی۔

مہتمم دارالعلوم مجیبیہ، پھلواری شریف، پٹنہ۔

رمضان کے مبارک و مسعود موقع پر اہل خیر حضرات سے دردمندانہ اپیل ہے کہ صدقات، زکوۃ و فطرہ اور عطیات سے دارالعلوم مجیبیہ کو مالی امداد پہنچا کر عنداللہ ماجور و مثاب ہوں۔ یہ قدیم درس گاہ آپ کے تعاون کی مستحق ہے۔

ترسیل زر کا پتہ:

مہتمم دارالعلوم مجیبیہ

خانقاہ پھلواری شریف، پٹنہ۔ 801505۔ فون نمبر: 251572

نوٹ: چیک یا ڈرافٹ پر صرف ''دارالعلوم مجیبیہ'' لکھیں۔

روز نامہ **سازِ دکن** حیدرآباد

THE SAZ-E-DECCAN DAILY
HYDERABAD-500002 (India)

(محض ایک عام اخبار نہیں)

☆ یہ ایک 'تحریک' ہے ☆ یہ ایک 'مشن' ہے ☆ ظلم کے خلاف 'قلمی جہاد' ہے
☆ ناانصافیوں کے خلاف 'احتجاج' ہے ☆ حق کی آواز ہے ☆ ضمیر کی پکار ہے
☆ صداقت پسندی اور بے باکی کا آئینہ دار ہے ☆ اقلیتوں اور خاص کر مسلمانوں کے حقوق کا پاسبان ہے۔

اگر آپ چاہتے ہیں کہ یہ آواز ...... یہ تحریک اور یہ مشن زندہ رہے تو
آپ آج ہی اس کے خریدار بنئے اور ساز دکن میں اشتہار دیجئے

تا کہ بھارت کے میدان کرب و بلا میں یزیدی لشکر کے بیچ حسین کا نام بلند ہو سکے اور ملت کے نام پر سوداگری کرنے والوں کے خاتمے کی جدوجہد میں تعاون فرمایئے

الداعی

محمد باقر حسین شاذ (مدیر روز نامہ ساز دکن)

سالار جنگ کامپلیکس، دیوان ڈیوڑھی، حیدرآباد - ۵۰۰۰۰۲ (انڈیا)
آفس فون : ۴۵۶۵۴۰۷، ۴۵۲۶۰۱۲، رہائش فون : ۴۵۳۲۴۰۰،
فیکس : ۴۵۷۹۲۲۹

PHULWARI TEXTILES

Haji Mohd. Qasim Ansari

Dealers in all kinds of
Banarsi Sarees & Dress Materials

D. 43/63, Bazar Sadanand,
Varansi-221001, U.P. (India)
Phone Office : 451546, 451611, 451040.
Fax : 91-542-451453,
Resi.: 451886,
Mobile: 9839055042.

For fine Printing & Composing, Visit at :

MEDIA

Printers & Designer

Marriage Card, Invitation Card, Visiting Card,
Letter Head, Hand Bill, Cash Memo, Thesis,
Project, Book & Magazine Composing in

ENGLISH, HINDI & URDU

Colour & B/W Photo Print, Photo Scanning, Screen Printing, Offset Printing, Publishing & all types of D.T.P. works.

•

Isa Market, Beside Dr. Zainul Abedin Clinic,
Chauraha, Phulwari Sharif, Patna-801505.
Phone: 250223(pp), 253317(R), Mobile : 9835066898

Vol. No.: 1 Sl. No.:4

Lauh-O-Qalam
Quarterly

Oct., Nov., Dec. - 2002

Darul Uloom Mujeebia Khanquah

Phulwari Sharif, Patna-801505 (Bihar)
Phone No.: 0612-251572, 250305
E-mail : al_mujeeb@yahoo.com

Guruji Dyer's & Printers

Mohd. Sajid

29/2, Miajan Ostagar Lane,
Gr. Floor, (Near Daulat Garden),
Kolkata-700017

Phone (Office) 280-6490,
Resi.: 280-6491,
Mobile: 9831002992
E-mail: gurujidyers@hotmail.com